یہ حقیقت آج ہمارے نوجوانوں میں کس قدر نمایاں ہے!

حافظ ابن قتیبہ دینوری رحمہ اللہ (۲۷۶ھ) نے اپنے زمانے کے متعلق فرمایا تھا:

الناس أسراب طير يتبع بعضها بعضا ، ولو ظهر لهم من يدعي النبوة مع معرفتهم بأن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - خاتم الأنبياء أو من يدعي الربوبية لوجد على ذلك أتباعا وأشياعا.

لوگ پرندوں کے غول کی مانند ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے اڑنا شروع کر دیتے ہیں، اگر کوئی نبوت اور خدائی کا مدعی بھی آجائے تو اسے بھی کچھ نہ کچھ رفیق اور ساتھی مل جائیں گے۔

(تأويل مختلف الحديث: ٦٢)

یہ حقیقت آج ہمارے نوجوانوں میں کس قدر نمایاں ہے؟"!

(شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی گوجرانوالہ رحمہ اللہ،
نگارشات: ۱/۳۸۱)

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

تو دوزخیوں میں سے نہ ہوتے

محمد ایوب اثری

(وَقَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِىۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ○ فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِهِمۡ‌ۚ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ) (ملک:۱۰-۱۱)

ترجمہ : اور کہیں کہ اگر ہم سنتے ہوتے یا عقل رکھتے ہوتے تو دوزخیوں میں (شریک) نہ ہوتے پس انہوں نے اپنے جرم کا اقبال کرلیا اب یہ دوزخی دفع ہوں (دور ہوں)۔

تشریح : اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے دوزخ میں جانے کا ایک سبب انبیاء کی باتوں کو غور سے نہ سننے اور اللہ کی عطا کردہ نعمت عقل سے صحیح طور پر کام نہ لینے کو قرار دیا ہے جس کا اقرار واعتراف دوزخی خود کریں گے۔

قارئین کرام : اللہ رب العزت نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جیسا کہ اس کا اپنے کلام میں ارشاد ہے: (وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا‌ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ) (ابراہیم:۳۴) ”اور اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے“ (اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے سے غفلت کی وجہ سے انسان اپنے نفس کے ساتھ ظلم اور بے انصافی کرتا ہے، بالخصوص کافر جو بالکل ہی اللہ سے غافل ہے)۔

اللہ کی عطا کردہ ہر ہر نعمت اپنے وقت اور اپنی جگہ پر ایک مقام رکھتی ہے کسی بھی نعمت کی افادیت کا ہم انکار نہیں کرسکتے اور ان نعمتوں کی اہمیت وافادیت کا احساس ہمیں اس وقت ہوتا ہے جب وہ نعمتیں ہم سے چھن جاتی ہیں، ان نعمتوں میں سے کچھ نعمتیں ایسی ہیں جنہیں ایک مرکزیت حاصل ہے، مثلاً آنکھ، کان اور دل ودماغ، ان میں سے کان کو لے لیں جو ہدایت کے ذریعوں میں سے ایک ذریعہ ہے، اگر یہی قوت سماعت اللہ چھین لے تو ہم کیا کرسکتے ہیں، ہے کوئی ایسا ڈاکٹر وحکیم جو اس کی چھنی ہوئی قوت سماعت کو واپس لوٹا دے، جیسا کہ اللہ نے اپنے کلام میں فرمایا: (قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَخَذَ اللّٰهُ سَمۡعَكُمۡ وَاَبۡصَارَكُمۡ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوۡبِكُمۡ مَّنۡ اِلٰـهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ يَاۡتِيۡكُمۡ بِهٖ‌ ۔الخ) (انعام:۴۶) ”آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور بصارت بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دیدے“ اور اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ کان اور آنکھیں چھیننے سے مراد یہ ہو کہ وہ ان کو شرعی فائدہ اٹھانے سے محروم کردے اسی لئے فرمایا کہ تمہارے دلوں پر مہر لگادے جیسا کہ اس نے فرمایا کہ تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ (یونس:۳۱)

یعنی کیا اللہ کے سوا کوئی ہے جسے یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ان نعمتوں کو تمہیں لوٹا دے؟

آج الحمدللہ یہ ساری نعمتیں میسر ہیں لیکن ہم اس کی قدر نہیں کرتے، قوت سماعت کی قدر اگر ہمیں جاننی ہے تو کسی بہرے انسان سے پوچھیں کہ اس کی کتنی اہمیت ہے انسان اپنے گھر میں اپنی پوری فیملی کے ساتھ ہوتا ہے سب لوگ ایک دوسرے کی باتیں سنتے اور باتیں کرتے ہیں لیکن ساتھ میں ایک ایسا انسان بھی بیٹھا ہے جو بولنے کی طاقت تو رکھتا ہے لیکن دوسروں کی باتیں سننے سے محروم ہے آپ اندازہ لگائیں کہ وہ اپنے آپ کو کیا محسوس کرتا ہوگا۔

اسی طریقے سے قیامت کے دن اللہ کے روبرو بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرے گا جس کی شہادت قرآن یوں دیتا ہے:

(بقیہ صفحہ:۴۵ پر)

اداریہ

جماعت اہل حدیث تحریک سے تنظیم تک

محمد مقیم فیضی

> **''توحید وشرک کے بیان میں :**
>
> پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں اول سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب، لیکن اکثر لوگ شرک وتوحید کے معنی نہیں سمجھے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں، اوّل معنی شرک وتوحید کے سمجھنا چاہیے تا برائی اور بھلائی ان کی قرآن وحدیث سے معلوم ہو سننا چاہیے کہ اکثر لوگ پیروں کو، اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو، اور فرشتوں کو، اور پریوں کو، مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، اور ان کی منتیں مانتے ہیں، اور حاجت برآئی کے لیے ان کی نذر ونیاز کرتے ہیں، اور بلا کے ٹلنے کے لیے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین، اور ان کے جینے کے لیے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، غرضکہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء، سے اور اماموں اور شہیدوں سے، اور فرشتوں اور پریوں سے کر گذرتے ہیں، اور دعویٰ مسلمانی کا کیے جاتے ہیں، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ یوسف میں : (وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ)
>
> ''اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں''۔''
>
> (تقوية الايمان مولانا محمد اسماعيل دهلوى رحمه الله)

حکومت تو تقریباً جا ہی چکی تھی، ایسا لگتا تھا کہ مسلمانی کا بھی چل چلاؤ ہے، مشرکانہ عقائد کا وہی حال تھا جو مذکورہ بالا سطور میں بیان ہوا، ہندوانہ رسم ورواج کی جڑیں مسلمانوں میں گہری ہو چلی تھیں، آباء واجداد کی اندھی تقلید ہی دین کی اساس تھی اور اخلاقی انحطاط وزوال بھی اپنی آخری حدوں پر تھا، کبوتر بازیوں، بٹیر بازیوں اور عشق بازیوں میں اہل ثروت کی اکثریت غرق تھی، مشاعروں قوالیوں اور مجروں کا دور دورہ تھا، خود ساختہ عبادتکدوں میں نشہ خوری اور مے نوشی ایک مقدس کاروبار بن چکی تھی، عرسوں، میلوں ٹھیلوں، چھٹیوں اور تیجوں میں قوم کی دلچسپی کا بڑا سامان تھا۔ علماء کرام اپنے حجروں اور مسندوں تک محدود تھے، وقت گزاری اور صلاحیتوں کے اظہار کے لئے ان کے پاس بڑے مشغلے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بازار ٹھنڈا تھا، اگر کچھ

جذبے تھے تو وہ سینوں میں گھٹے ہوئے تھے اور قہر درویش برجان درویش کے مصداق تھے۔

پھر اللہ کی توفیق سے اچانک شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ اور ان کی اولاد واحفاد کی درسگاہوں میں تحریک آزادی فکر کی ایک لہر اٹھی، موجودہ صورت حال کے متعلق مخصوص دلوں میں بے چینی کا احساس پیدا ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے اسی خانوادے سے ایک ایسی شخصیت کو کھڑا کر دیا جس نے حجروں اور تکیوں کے درد کو سڑکوں تک پہنچا دیا اور اپنے خون پسینے سے ایک روشن تاریخ لکھی، جو جذبے خواص اور اخص الخواص تک محدود تھے وہ عوامی ذہنوں میں ہلچل مچانے لگے، زیاں کاریوں کا احساس ایک تحریک بننے لگا، اور رفتہ رفتہ سرفروشوں کی ایک جماعت وجود میں آگئی جس نے امت کو جھنجھوڑنے، جگانے اور خود فراموشی کی کیفیت سے نکالنے کا بیڑا اٹھالیا اور اسے سود وزیاں کا حساب سمجھانے لگی۔ یہ ڈگر کانٹوں بھری تھی، اس جماعت کے خلاف تکیوں اور گدیوں کے تیور بدلنے لگے، سیاسی ایوانوں نے بھی انہیں شعلہ بار نگاہوں سے دیکھا، یہ بیگانہ آواز تھی مگر اس کی شوکت اور گھن گرج نے قیادتوں اور سیادتوں کو بری طور چونکا دیا تھا، پھر ہر طرف سے محاذ کھل گیا، چومکھی حملے ہونے لگے۔

مگر اس جماعت کا ہر فرد اپنی دھن کا پکا اور لگن کا سچا تھا، ان کی نگاہوں میں بلندی اور مقاصد میں رفعت تھی اور مقاصد کے لئے قربانیوں کا جذبہ بے پناہ تھا، وہ اپنے خلاف آوازیں بلند کرنے والوں کے بھی خیر خواہ تھے، اس لئے گالیاں کھا کے بے مزہ ہوتے تھے نہ سازشیں انہیں بے لطف کرتی تھیں، وہ شدید اور خطرناک بیماروں کی مسیحائی کرنے چلے تھے اس لئے انہیں پیش آئند حالات کا اندازہ تھا اور انہیں اپنے گرانقدر اعمال کی بڑی اجرت کی توقع ایک ایسے دربار سے تھی جو صبر ضرور آزماتا ہے، امتحان سے ضرور گزارتا ہے، مگر اس کی نوازشیں بے پایاں ہیں اور اس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو کسی فرد یا جماعت سے کوئی کام لینا ہوتا ہے تو وہ سارے اسباب مہیا کر دیتا ہے جو اس کام کی تکمیل کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

جن لوگوں نے اس وقت اصلاح امت کا بیڑا اٹھایا تھا، امت کی بیماریوں کا علاج اور اس کے درد کا مداوا کرنے چلے تھے وہ منتخب روزگار اور یگانہ عصر لوگ تھے، اللہ نے انہیں بے پناہ ذہنی وجسمانی قوتوں سے نوازا تھا، جہاں وہ اخلاص وللٰہیت کے جذبے سے سرشار تھے وہیں ان کا علمی پایہ اپنے ہمعصروں میں بہت بلند تھا، وہ قوت تقریر وتحریر میں بیمثال تھے، ان کی مناظرانہ صلاحیتیں بے پایاں تھیں، جسمانی جدوجہد اور جانفشانیوں میں وہ بینظیر تھے اپنی شان استغنا اور امانت ودیانت سے وہ مخالفین کو حیران وششدر کر دیا کرتے تھے۔ ان کی قوت حافظہ اور ان کا استحضار علمی بیمثال تھا۔

سالار قافلہ مولانا اسماعیل دہلوی ہی کو لے لیجیے کہ وہ کس قدر جامع کمالات تھے، ایک طرف ان کی سپاہیانہ خوبیاں تھیں، سیاسی سوجھ بوجھ تھی، معرکے سر کر لینے کی صلاحیتیں تھیں تو دوسری جانب اپنے اہل زمانہ سے ممتاز کر دینے والی ان کی علمی صلاحیتیں تھیں، داعیانہ کردار تھا، ان کی تقریریں دل ودماغ میں ہلچل مچادیا کرتی تھیں، ان کی تحریریں لوگوں پر جادو کا اثر رکھتی تھیں، ایک ان کی تقویۃ الایمان سے نہ جانے کتنے ہزاروں اور کتنے لاکھوں کی اصلاح ہوئی ہوگی جو اپنی سادگی کے باوجود اپنی ایک ادبی شان بھی رکھتی تھی۔ مولانا فضل حق خیرابادی کے ساتھ امکان وامتناع نظیر پر ان کا مناظرہ ایک یادگار حیثیت رکھتا ہے جس میں

مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ نے انہیں لاجواب کر کے اپنے گھر رخصت کر دیا تھا۔ پھر جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں کے لئے پنجاب میں اذان دینا، نماز ادا کرنا اور شعائر اسلام کی پابندی کرنا مشکل ہو گیا ہے اور سکھوں نے ان کا ناطقہ بند کر رکھا ہے اور انگریزوں کی سیاسی قوت ملک میں مستحکم ہوتی چلی گئی ہے اور ان کے ظلم وجبر کا بازار خوب گرم ہونے لگا ہے تو انھوں نے اپنے بزرگ مرشد اور رفقاء کے ساتھ اپنی توجہ کی باگ افغان سرحدوں کی طرف موڑ دی اور جدوجہد اور سرفروشی کے ایک بھرپور تسلسل کے بعد آپ نے اپنی جان اپنے عظیم مقاصد پر قربان کر دی۔ فجزاه الله عن الاسلام خيرا۔

ان کے بعد بھی ان کے تربیت یافتہ شاگردوں اور ان کی جماعت نے ان کے کارناموں کو خوب آگے بڑھایا انھوں نے مسجدوں سے جیل خانوں اور جنگ آزادی کے میدانوں تک ایک جانفزا ہنگامہ بپا کئے رکھا۔ اور لمبے عرصے تک اپنے لہو سے تاریخ رقم کرتے رہے تھے۔

اس کے بعد علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے میدانی کام کا بیڑا اٹھایا، بالخصوص موخر الذکر اور ان کے تلامذہ کے ذریعہ ملک ہندوستان میں توحید کی حقیقت خوب نکھاری گئی، اتباع سنت کا مفہوم کھل کر لوگوں کے سامنے آیا، تقلید جامد اور شخصیت پرستی کا زور ٹوٹا۔ عمل بالکتاب والسنہ کا جذبہ پروان چڑھا، ایک بہت بڑی خلقت حق آشنا ہوئی۔ مگر تقلیدی حلقوں سے ان کی زبردست مخالفت بھی ہوئی۔ ان کے خلاف کفر کے فتوے شائع کئے گئے، عوام کو ورغلا کر تشدد برپا کیا گیا۔ مقدمات قائم ہوئے، مسجدوں سے نکالا گیا اور کتاب وسنت کی تعلیم سے دور کرنے کے لئے احادیث کی کتابوں پر مسلکی تعصب اور اس کی اندھی تائید پر مبنی حاشیے لکھے گئے، تقلید کی حمایت اور وکالت میں کتابیں منظر عام پر آئیں، اہل حدیث علماء پر غلط عقائد اور شاذ قسم کے مسائل کی تہمتیں لگائی گئیں۔ مگر الحمدللہ ان کا ہر حربہ ناکام ہوا۔ اہل حدیث علماء نے احادیث کی ایسی شرحیں لکھیں جن کے سامنے مخالفین کی کتابیں (أَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ) کا مصداق بن گئیں۔ اہل حدیث کے نامور شارحین حدیث میں علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی، علامہ عبدالرحمان مبارکپوری، علامہ شمس الحق ڈیانوی، علامہ عبیداللہ مبارکپوری، علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی وغیرہ کی کتابوں کو زبردست قبولیت عام نصیب ہوا، پورے عالم اسلام نے ان کی پذیرائی کی اور دنیا کے بڑے بڑے اہل علم نے امت پر ان کا احسان تسلیم کیا۔ اردو زبان میں قرآن کریم کے متعدد ترجمے اور تفسیریں منظر عام پر آئیں جنھوں نے سلف کی فہم کے مطابق قرآن فہمی کی راہ ہموار کی، مخالفین کی ایک ایک کتاب کے پانچ پانچ دس دس جوابات فوری طور پر منظر عام پر آتے رہے جن کی وجہ سے ان کی سازشیں اللہ کے فضل سے ہمیشہ ناکام ہوتی رہیں، دین کی حقیقی تفہیم کے لئے بھی متعدد موضوعات پر بیشمار کتابیں شائع کی گئیں، عقائد فاسدہ اور فرق باطلہ کے نظریات وخرافات کی تردید کے لئے بھی بڑا مواد فراہم کیا گیا۔ صحافتی محاذ بھی پوری شان وشوکت اور بلند علمی آہنگ کے ساتھ کھولا گیا۔ اس بیچ اللہ کی توفیق سے مدارس ومساجد کے قیام پر بھی کافی توجہ کی گئی۔ ہزاروں طلباء کی مفت تعلیم اور طعام وقیام کا نظم بنایا گیا، انہیں کتابیں بھی مفت فراہم کی گئیں۔ ملی اداروں میں بھی جماعت کا تعاون کم نہیں تھا خود علی گڑھ مسلم کالج کی تعمیر وترقی میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کے لئے مالی تعاون جمع کرنے میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں رہے، سیاسی اعتبار

سے بھی مسلکی جماعتوں میں بہت سے اہل حدیث علماء واعیان نمایاں ہوئے، مولانا عبدالقادر قصوری تو کانگریس وغیرہ میں اپنا کافی سرمایہ خرچ کرتے تھے ان کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا داود غزنوی اور دیگر بہت سے چھوٹے بڑے افراد ملکی سیاست میں سرگرم حصے دار تھے۔ انگریز کے خلاف عملی جہاد اور اس کے لئے سرمائے کی فراہمی میں کوئی بھی دوسری جماعت ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی ہے۔ انفرادی سطح پر اصلاح امت کا کام کرنے والے بیشمار لوگ کھڑے ہوئے، الحمدللہ ہر سطح پر بڑا کام ہوا اور یہ سلسلہ برابر چل رہا ہے برصغیر میں اللہ تعالیٰ نے جماعت اہل حدیث کو زبردست صلاحیتوں کے حامل مایۂ ناز مدرسین بھی عطا کئے جنھوں نے نہ جانے کتنے خفیہ جوہروں کو نکھار کر کندن بنادیا تھا۔ ان میں سرفہرست خود میاں صاحب کی ذات گرامی تھی جن سے عرب وعجم کے لاتعداد طلباء نے فیض پایا، ان کے تلامذہ میں حافظ عبداللہ غازیپوری، مولانا عبداللہ غزنوی نے زبردست تدریسی خدمات انجام دیں اور بہت سے شاگرد پیدا کئے، ان دونوں کے متعلق میاں صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے پاس دو عبداللہ آئے میں نے ایک سے تدریس اور دوسرے سے نماز سیکھی۔ ان کے علاوہ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی، مولانا احمد اللہ محدث پرتاپگڈھی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی، مولانا حافظ محمد بارک اللہ لکھوی اور دیگر بہت سارے تھے جنھوں نے اپنی زندگیاں درس حدیث اور کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس کے لئے وقف کررکھی تھیں۔

مناظروں کے مردمیدان بھی بیشمار تھے، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا بشیر احمد سہسوانی، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا عبداللہ معمار، مولانا امیر حسن سہسوانی جنھوں نے میاں صاحب کی کتاب معیار الحق کے جواب میں مولانا ارشاد حسین رام پوری کی کتاب انتصار الحق کا جواب اس کی اشاعت کے دوسرے ہی دن براہین اثناعشر کے نام سے لکھ کر شائع کرادیا تھا، انھوں نے مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے ساتھ بھی مسئلہ وجوب زیارت پر مباحثہ کیا تھا اور دونوں طرف سے کئی رسالے شائع ہوئے تھے۔ مولانا نے اس زمانے میں مختلف عیسائی پادریوں سے بھی مناظرے کئے جن کا اس وقت انگریزی حکومت کی شہ پر بڑا زور ہورہا تھا اور وہ لوگ عیسائیت کی تبلیغ میں زبردست سرگرمی دکھارہے تھے۔ انہیں میں انگلستان کے رہنے والے دو انگریز پادری ہاسکن اور اسکاٹ بھی تھے جنھیں اپنے دور کا بہت بڑا مناظر اور محقق سمجھا جاتا تھا، سید امیر حسن سہسوانی سے کئی مرتبہ ان کے مناظرے اور مباحثے ہوئے اور ہر مرتبہ سید صاحب کے مقابلے میں ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر یہ دونوں پادری ان سے بہت متاثر اور ان کی صلاحیتوں کے بڑے معترف بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ ان سے ملاقات کے لئے سہسوان آتے تھے اور ان کی مجالس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔

پادری اسکاٹ ولایت میں تھا کہ اسے سید صاحب ممدوح کی وفات کی خبر پہنچی۔ اس نے نہایت افسوس کا اظہار کیا اور انگلستان کے ایک اخبار میں ان کے بارے میں مضمون لکھا، جس میں ان کے اسلوب بحث اور منہج استدلال کی تعریف کی اور ہندوستان کے علماء میں ان کو بے مثل اور منفرد حیثیت کے عالم قرار دیا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مایۂ ناز مناظر اس جماعت میں نمایاں ہوئے جنھوں نے مختلف مذاہب اور فرق کے اہل علم سے مناظرے ومباحثے کئے اور حق کو نکھار کر عوام وخواص کے سامنے پیش کیا۔

باطل افکار ونظریات کا پردہ چاک کرکے لاکھوں انسانوں کو شیطانی چالوں اور ابلیسی خیالات سے محفوظ کیا اور امت کو بڑی تباہی سے بچالیا۔ نیچریت، چکڑالویت، رافضیت، بہائیت، قادیانیت، شدھی تحریکات اور مختلف قسم کی باطل تنظیموں کے شرکو واضح کرکے صراط مستقیم کی شناخت اجاگر کی گئی اور ایک خلقت کو ایمان کی سلامتی نصیب ہوئی۔ اللہ کے فضل سے بیشمار علماء وخطباء اور مصلحین اس جماعت میں ہر زمانے میں پائے گئے جو اپنے علم کے ساتھ عمل کے میدان میں بھی ممتاز تھے اور ان کی زندگی زہد واتقا کا اعلیٰ نمونہ تھی جس کی تفصیل میں جانے کی یہاں گنجائش نہیں ہے تاہم یہاں ایک بڑے عالم کا ایک استفتا اور دوسرے بڑے عالم کا جواب نقل کیا جاتا ہے جس سے ان کی سوچ کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کی زندگی کا ایک عملی خاکہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔

"سوال : حدیث من قال لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کے کیا معنی ہیں؟ کلمہ گو بے نماز، بے زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

محی الدین بن محمد علی لکھوی

جواب : جس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہا وہ بے شک جنت میں داخل ہوگا۔ مگر مراد اس سے یہ ہے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه اس کا آخری کلام ہو مثلاً مرنے کے وقت اس کی زبان پر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه جاری ہو۔ اس کے بعد اس نے کوئی کلام نہ کیا اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه پر خاتمہ ہوگیا۔ وہ ضرور کسی نہ کسی وقت جنت میں جائے گا۔ کیونکہ اس وقت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه پڑھنا یا تو نئے سرے سے ایمان لانا ہے یا پہلے ایمان کو تازہ کرنا ہے۔ پس دونوں صورتوں میں دنیا سے بہتر حالت پر رخصت ہوا۔

جو لوگ بے نماز اور بے زکوٰۃ ہیں اور ان کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی ترغیب دی جاتی ہے لیکن وہ اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پروا نہیں کرتے ان سے قطع تعلق ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بنی اسرائیل نافرمانیوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا۔ لیکن وہ باز نہ آئے تو علماء نے ان سے قطع تعلق نہ کیا بلکہ بدستور ان کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے کھاتے پیتے رہے۔ پس خدا نے سب کے دلوں کو یکساں بنا کر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت کردی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پہلے رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا خدا کی قسم یا تو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروگے اور ظالم کا ہاتھ پکڑوگے اور اس کو حق پر روکوگے اور ظلم سے بند کروگے ورنہ خدا تمہارے دل بھی یکساں بنا کر انہی کی طرح تمہیں لعنتی کرے گا۔" (عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ

18۔ شعبان 1359ھ مطابق 21۔ ستمبر 1940ء)

آپ دیکھ رہے ہیں کہ عمل کی ان کی زندگیوں میں کتنی اہمیت تھی، وہ حکیم ضرور تھے مگر مداہنت پسند ہرگز نہیں تھے، میں نے مولانا عابد صاحب رحمانی رحمہ اللہ کو بار بار فرماتے ہوئے سنا کہ مولانا عبداللہ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ بنارس رحمانیہ میں ممتحن بن کر تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ علم وعمل اور اعلائے حق میں بیمثال تھے، بڑے بڑے اہل ثروت اور ذی وجاہت لوگوں کو منکرات پر برملا ٹوک دیا کرتے تھے اور اگر کوئی ان سے تائب نہیں ہوتا تھا تو لوگوں کے سامنے ہی زجر وتوبیخ کیا کرتے تھے، اور وہ شخص ان کے سامنے مجرموں کی طرح گردن جھکائے کھڑا رہتا تھا۔

حاصل یہ کہ الحمدللہ تحریک خوب ہوئی ہر طرف سے زور باندھا گیا، کشمیر سے کنیا کماری تک ایک لہر اٹھ گئی، ہندوستان کا چپہ چپہ اس سے متاثر ہوا جب کام کافی بڑھ گیا تو بزرگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پورے ملک کی جماعت کو باہم مربوط رکھنے کے لئے ایک تنظیم بنائی جائے، پھر اس وقت یہ بحث بھی اٹھی تھی کہ تنظیم کا نظام صدارتی رہے یا امارت قائم کی جائے اور یہ بحث جماعت غرباء اہل حدیث والی امارت وامامت سے الگ تھی پھر امارت کے قائلین نے اپنی الگ تنظیم بنالی اور صدارت کے قائل حضرات نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بنائی جو بعد میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بن گئی۔

یقینا اس تنظیم کو آگے بڑھانے میں بہت سے اہل علم نے بڑی جدوجہد کی، ملکی پیمانے پر دورے کئے، اس کا تعارف کرایا، اور لوگ اس سے جڑ گئے۔ آج اسے سو سال سے زائد کا عرصہ ہوگیا اور ایک لمبی مدت گزر جانے کے بعد معلوم یہ ہوا کہ ملکی پیمانے پر وہ بہت سے لوگوں کی توقعات پر کھری نہیں اتر سکی۔ مگر ہزار کوتاہیوں اور ملاحظات کے باوجود اس ضمن میں صرف قیادت کو موردالزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے، بلکہ جماعتی سطح پر جس طرح اس سے ارتباط ہونا چاہیے تھا اور مختلف صلاحیتوں کے حامل افراد کو اپنی خدمات اس کے لئے پیش کرنا چاہیے تھا وہ نہیں ہوسکا، آج جس انداز میں لوگ اس پلیٹ فارم اور اس سے متعلق ذمہ داروں کو نشانا بناتے ہیں اور ساری ذمہ داری انہیں کے سر ڈال کر سبکدوش ہوجاتے ہیں اس سے متوقع نتائج کبھی بھی نہیں حاصل ہوسکیں گے، دل کی بھڑاس ضرور نکل جائے گی مگر صورت حال جوں کی توں رہے گی۔ اگر لوگ واقعی سنجیدہ ہیں کہ کچھ کام ہونا چاہیے تو پھر ہر ایک کو اپنے اپنے کردار کا درست تعین کرکے آگے آنا ہوگا۔ مگر ہم دیکھ یہ رہے ہیں کہ جو صلاحیتیں اعلی ذمہ داریاں اٹھانے کی اہل تھیں وہ بہت چھوٹے چھوٹے بلکہ اپنے معیار سے پست کاموں پر قناعت کئے بیٹھی ہیں۔ ان سب کو اپنا اپنا جائزہ لے کر کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔

ہم نے بسا اوقات احباب کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کی سعی کرڈالی کہ انہیں فلاں کام کی بجائے فلاں کام کرنا چاہیے، وہ ان کے لئے زیادہ موزوں ہے تو بعض لوگوں نے اسے منفی رخ دینے کی کوشش کی حالانکہ ہم نے جو باتیں کہیں ان کے پیچھے محض جذبۂ خیر خواہی تھا۔ جن احباب کو مشورے دئے یا ان کی کسی غیر موزوں سرگرمی کی طرف اشارہ کیا تو سب سے پہلے تو ان باتوں میں ان احباب کی صلاحیتوں کا اعتراف تھا جن کے درست استعمال کی خواہش ظاہر کی گئی، اس امید پر کہ امت کو اس سے زیادہ نفع پہنچے گا۔ اس موقع پر میں اس حقیقت کی کھل کر وضاحت کردینا چاہتا ہوں کہ جماعت اہل حدیث کا اساسی کام اور ترجیحی مشن دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتربیت ہے، رفاہی کام یا تفریحی سرگرمیاں اس کے اصل مشن کا حصہ نہیں ہیں تاہم ثانوی طور پر وہ حسب امکان رفاہی کاموں میں بھی حصہ لیتی رہی ہے۔ مگر اس کا اصل کام دعوت واصلاح اور تربیت ہی کا کام ہے جس کو مطلوبہ نہج پر اس جماعت کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا ہے۔ اصلاح عقائد، حقیقت توحید کی وضاحت، وحی الٰہی کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور کتاب وسنت کے مطابق لوگوں کی تربیت کا کام انبیائی مشن ہے۔

اور اس مشن کو جماعت اہل حدیث اپنی بساط بھر آگے بڑھائے جارہی ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مسجد کے منبر ومحراب جمعہ کے خطبے اور مساجد کے دروس خالص اسلام کی تفہیم اور ترویج واشاعت میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیتے ہیں اس لئے ان کی تحقیر بڑی نادانی کا کام ہوگا۔ ایک آدمی اگر ہوائی جہاز

یا ریل گاڑی کی بجائے بیل گاڑی سے بھی سفر کرے گا تو اسے دنیوی مشقت ضرور ہوگی مگر صرف اس کی وجہ سے اس کی آخرت خسارے میں نہیں ہوگی لیکن اگر کسی کا عقیدہ بگڑا ہوگا وہ شرک وبدعات میں مبتلا ہوگا، الحاد اور بددینی کا شکار ہوگا تو اس کی آخرت بہرحال خسارے سے دوچار ہوگی۔

اس بات کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ شیطان کو اپنے مشن میں سب سے زیادہ ناکامیوں کا سامنا بھی اسی محاذ سے ہوتا ہے اس لئے وہ اسی راہ میں سب سے زیادہ روڑے بھی اٹکاتا ہے اور جب ہر طرح اسے منہ کی کھانی پڑتی ہے تو بہت سی مفضول نیکیوں کی فہرست سجائے نوخیز دماغوں کے پاس آتا ہے اوران کی جذباتی کلوں کو چھیڑتا ہے اور امت کی مظلومیت اور کمزوریوں اور پسماندگیوں کے حوالے سے مختلف قسم کی سرگرمیاں ان کے سامنے لاتا ہے اور انہیں ورغلاتا اکساتا رہتا ہے، اس لئے اگر کوئی شاطر دماغ اہل حدیث بچوں کے کانوں میں یہ پھونکنے اوران کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرے کہ جماعت اہل حدیث کیا کام کررہی ہے؟ اس نے کتنے اسپتال بنائے؟ کتنے لوگوں کو برسرروزگار کیا اور کتنے اور کتنے ...تو انہیں چوکنا اور ہوشیار ہوجانا چاہیے اور واجبات وفرائض اور ترجیحات کا تفقہ حاصل کرنے کے لئے بابصیرت علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔اور اس روشن حقیقت کو اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ لفظوں کے طوفان حقائق کی چٹانوں کو اپنی جگہ سے نہیں ہلاسکتے ہیں۔

میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے دعوت اہل حدیث کے اثرات پر ایک اقتباس پیش کردینا چاہتا ہوں جس سے اس کی اہمیت ان شاء اللہ اچھی طرح اجاگر ہوجائے گی۔

قاضی محمد اسلم سیف صاحب لکھتے ہیں :

ضلع ہزارہ چونکہ جماعت مجاہدین کی گزرگاہ ہے جماعت مجاہدین کے مبلغین علماء کرام وہاں آتے جاتے رہتے ہیں مجاہدین کے اس قرب وجوار کی وجہ سے پورے ہزارہ ڈویژن میں اہلحدیث کی اکثریت ہے کیونکہ مجاہدین خود اہل حدیث تھے اور ان کی صحبت سے ہزارہ ڈویژن کی اکثریت اہل حدیث ہوگئی۔غیر اہل حدیث علماء اور عوام بھی توحید پرست ہیں، اور شرک کی آلائشوں سے بچے ہوئے ہیں توحید وسنت کے چرچے عام ہیں۔ وہاں کے عوام پر دینی چھاپ نمایاں ہے۔ وہ لوگ دینی ذہن اور دینی ذوق رکھتے ہیں۔نمازی ہیں۔ان کی مسجدیں آباد ہیں۔......چمرقند اور اسمس کے مراکز کی وجہ سے اکثر صوبہ سرحد کے علاقے بالخصوص پیر پرستی کی رسوم سے آج بھی محفوظ ہیں۔ وہاں پیری مریدی کا کوئی سلسلہ نہیں۔کوئی انسان کسی انسان کے سامنے جھکنے کے لئے تیار نہیں۔ وہاں کے سیاسی خانوادے اور سیاسی گھرانے بھی پیر پرستی اور شخصیت پرستی کی آلائشوں سے پاک ہیں وہ بھی توحید پر عمل پیرا ہیں اور توحید ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب اگرچہ بعض دیوبندی مدارس نے ان میں دیوبندیت کی عصبیت پیدا کردی ہے لیکن پھر بھی خاصی بڑی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے اگر معقولیت سے بات کی جائے تو وہ صحیح بات ماننے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ یہ سب اثرات مجاہدین اور تحریک مجاہدین کے ہیں۔ وہاں بریلویت کو ہرگز نہ قبول کیا جاتا اور نہ برداشت کیا جاتا ہے۔ ہزارہ کے چند طلباء سادگی اور بے خبری سے بریلوی مدارس میں پڑھ کر فارغ ہوگئے۔لیکن ہزارہ کے عوام نے انہیں قبول نہیں کیا۔ وہ پنجاب میں اقامت گزین ہونے پر مجبور ہوگئے۔ ان کی متعدد مثالیں ہمارے پاس موجود ہیں۔

(تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں:صفحہ ۲۸۳-۲۸۴)

❖ ❖ ❖

فقہ وفتاویٰ

کیا عورت مردوں کی امامت کرسکتی ہے؟

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

دین اسلام انسانی فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ایک جامع اور کامل دین وشریعت ہے جس میں طہارت ونجابت، حیاء و حشمت اور عفت و پاکدامنی کا حد درجہ اہتمام ہے۔ اس کے احکام و مسائل اس قدر مبنی بر عدل و انصاف اور بندوں کی طبیعتوں کے مطابق ہیں کہ انسانی عقلیں اس کے ادراک سے حیران اور عاجز ہیں۔

فطری تقاضوں کی رعایت کا پہلو اللہ تعالیٰ کے دین کے تمام گوشوں حتیٰ کہ اللہ کی عبادت و بندگی اور اس کی مخصوص جگہوں یعنی مساجد اور مصلوں میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔

شہادتین کے بعد صلاۃ یعنی نماز اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم عبادت ہے، مردوں اور عورتوں کو اس اہم عبادت کی ادائیگی کب، کیسے اور کن شرائط وضوابط کے ساتھ کرنی ہے اس کی تمام تر تفصیلات اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں کی ہے، اور ساتھ ہی اس کا عملی نمونہ سلف صالحین صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کی سیرتوں میں درج ہے۔

نماز کی بابت ایک اہم مسئلہ اس کی باجماعت ادائیگی اور اس کی امامت کا ہے، جماعت مردوں کے حق میں واجب ہے، جس کا لازمی تقاضہ امامت بھی ہے، لہٰذا مردوں کی جماعت وامامت کا مسئلہ تو دلائل کی روشنی میں اہل علم کے یہاں مسلم ہے۔ رہا عورتوں کی امامت کا مسئلہ تو عورت کے عورتوں کی امامت کا جواز بھی تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مسلم ہے، لیکن کیا ایک عورت مردوں کی امامت کرسکتی ہے؟ آیئے دیکھیں کہ دلائل اور اہل علم کی تصریحات کی روشنی میں اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے۔

واضح رہے کہ اس دور میں نیویارک امریکہ میں امینہ ودود، عصراء نعمانی نے اذان، مردوخواتین کو خطبہ جمعہ اور نماز پڑھانے کی جرأت کی ہے۔ اور اس کے بعد ایمسٹرڈم، ہالینڈ میں ایک مصری خاتون ادیبہ نوال السعادوی نے بھی یہ کام کیا ہے، اسی طرح کینیڈین مصنفہ راحیل رازا نے برطانیہ کے آکسفورڈ سٹی میں ایک اسلامی مرکز میں مرد وزن کی جماعت کی امامت کرائی تھی، نیز سعودی عالمہ مضاوی الطشلان نے ریاض میں تراویح میں عورتوں کی امامت کرائی، لیکن چونکہ شرعاً اس صورت کی گنجائش ہے، اس لئے اس پر کسی نے اعتراض نہ کیا۔

عورتوں کے مردوں کی امامت کرانے کا ایک واقعہ غالباً ہمارے ملک ہندوستان میں پہلی مرتبہ حال ہی میں ملاپورم، کیرالا میں پیش آیا ہے، جو میڈیا پر کافی گردش کررہا ہے اور علماء دین اور سیاسیوں کے درمیان موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ اخباری رپورٹ کے مطابق واقعہ مختصر یہ ہے کہ مورخہ ۲۶/جنوری ۲۰۱۸ء بروز جمعہ کیرالا کی ۳۴ سالہ جمیدا نامی خاتون نے تقریباً ۸۰ مردوں کی نماز جمعہ میں امامت کرائی۔ علماء اور دینی تنظیموں کی طرف سے اعتراض ہونے پر میڈیا سے بات کرتے ہوئے اس خاتون نے کہا: مردوں کا حق امامت مردوں کی اپنے لئے مختص کردہ ایک روایت ہے، اور میں اس قسم کی روایات کو توڑنا چاہتی ہوں'' ''اسلام میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ صرف مرد ہی جمعہ کی نماز پڑھا سکتے ہیں''۔

امامت کا معنی ومفہوم: امامت: ''أم الناس'' کا مصدر

ہے یعنی لوگوں کا امام (آگوا، پیش رو) ہونا تا کہ وہ نماز میں اس کی پیروی کریں۔(حاشیۃ الروض المربع:2/296).

اسی طرح امامت: مسلمانوں کی قیادت اور سرداری کو بھی کہا جاتا ہے، نیز دین و دنیا میں عام سرداری کو امامت کبریٰ کہا جاتا ہے، جسے دوسری تعبیر میں خلافت بھی کہتے ہیں، اور امامت صغری کے معنیٰ معتبر شرائط کے ساتھ مقتدی کی نماز کو امام سے جوڑنے اور مربوط کرنے کے ہیں۔ (القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحاً، لسعدی أبو حبیب، ص24).

اور عمومی طور پر امام ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے نقش قدم پر چلا جائے اور اسے معاملات میں مقدم رکھا جائے، اسی لئے نبی کریم ﷺ سارے اماموں کے امام ہیں، خلیفہ رعایا کا امام ہوتا ہے اور قرآن مسلمانوں کا امام ہے، اور فوج کے قائد کو امام الجند کہا جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام اینکہ نماز کا امام وہ ہوتا ہے جو نمازیوں کے آگے بڑھے اور حرکات وسکنات میں وہ اس کی پیروی کریں۔

(دیکھئے: معجم مقاییس اللغۃ، لابن فارس، ص48، ولسان العرب، لابن منظور، باب المیم، فصل الہمزۃ، 12/25، ومفردات ألفاظ القرآن، للاصفہانی، ص87، ومعجم لغۃ الفقہاء، للدکتور محمد رواس، ص68-69).

امامت تعبدی امر ہے:

امامت کا مسئلہ خالص تعبدی ہے اور تعبدی مسائل توقیفی ہوا کرتے ہیں جس میں عقل ورائے اور قیاس واجتہاد اور استحسان وغیرہ کی گنجائش نہیں ہوتی، لہٰذا اس لئے اس مسئلہ میں وارد نصوص و آثار پر توقف کرنا ضروری ہے۔ (دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ 396/7)

عورتوں کی امامت سے متعلق دو مسائل قابل غور ہیں:

- عورت کا عورتوں کی امامت کرانا۔
- عورت کا مردوں کی امامت کرانا۔

پہلا مسئلہ: عورت کا عورتوں کی امامت کرانا۔

حکم: اہل علم کی راجح رائے کے مطابق عورت کا عورتوں کی امامت کرانا جائز ہے۔

البتہ اس امر میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے کہ صرف جائز ہے، یا جماعت کی فضیلت کی بنیاد پر ان کے لئے جماعت اور امامت مستحب بھی ہے؟ اہل علم کا بڑا طبقہ صرف جواز کا قائل ہے، جب کہ بعض علماء نے مستحب قرار دیا ہے۔(انظر: المغنی لابن قدامۃ 3/37، والشرح الممتع لابن عثیمین 4/199198).

دلائل:

چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ عَنْ رَيْطَةَ الْحَنَفِيَّةِ , قَالَتْ: ”أَمَّتْنَا عَائِشَةُ فَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ“ (عبد الرزاق فی المصنف، 3/141 برقم 5086، وابن أبی شیبۃ، 2/89، والحاکم 1/203، والدارقطنی، 1/404، والبیہقی، 3/131، وابن حزم، 3/171. ویراجع نصب الرایۃ 2/131).

وعند البيهقي بلفظ: عَنْ رَائِطَةَ الْحَنَفِيَّةِ، " أَنَّ عَائِشَةَ أَمَّتْ نِسْوَةً فِي الْمَكْتُوبَةِ فَأَمَّتْهُنَّ بَيْنَهُنَّ وَسَطًا(3/187).

(شیخ عبدالعزیز بن مرزوق الطریفی ارواء الغلیل میں غیر تخریج شدہ احادیث کی تخریج التحجیل میں فرماتے ہیں: وهذه طرق يؤكد بعضها بعضاً، ويغتفر في تقوية الأخبار بالشواهد والمتابعات في الموقوفات مالا يغتفر في المرفوعات“۔ (التحجیل فی تخریج مالم یخرج من الأحادیث والآثار فی إرواء الغلیل (ص:88))

۲۔ وَعَن حجيرة قَالَت: " أَمَّتْنا أم سَلَمَة رَضِيَ اللَّهُ عَنْها فِي صَلَاة الْعَصْر فَقَامَتْ بَيْننَا ".

(سنن الدارقطنی (2/264)، والمطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ (3/653).

امام نووی رحمہ اللہ خلاصۃ الاحکام میں فرماتے ہیں:

رَوَاهُمَا الدَّارَقُطْنِيّ، وَالْبَيْهَقِيّ بِإِسْنَادَيْنِ صَحِيحَيْنِ.(خلاصۃ الأحکام 2/680)

۳۔ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أُمِّ الْحَسَنِ، أَنَّهَا رَأَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ: تَؤُمُّ النِّسَاءَ تَقُومُ مَعَهُنَّ فِي صَفِّهِنَّ. مصنف ابن أبي شيبة(1/430)

امام ابن حزم فرماتے ہیں: (قال علي: هي - أم الحسن بن أبي الحسن البصري الراوية عن أم سلمة - خيرة، ثقة من الثقات، وهذا إسناد كالذهب)(المحلی:4/219)

علامہ البانی رحمہ اللہ مسئلہ کی بابت مختلف آثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وبالجملة فهذه الآثار صالحة للعمل بها ولا سيما وهي مؤيدة بعموم قوله صلى الله عليه وسلم: "إنما النساء شقائق الرجال" كما تقدم فيما نقلناه لك من كلام الشوكاني في "السيل الجرار" فتذكره فإنه مهم".(تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ (ص:154))۔

۴۔عن أُمّ وَرَقَةَ بِنْتِ نَوْفَلٍ: "أَنّ النّبيّ صلى الله عليه وسلم لَمّا غَزَا بَدْراً قالت قُلْتُ له: يا رسول الله ائْذَنْ لِي فِي الْغَزْوِ مَعَكَ أُمَرّضُ مَرْضَاكُم لَعَلّ الله أَنْ يَرْزُقَنِي شَهَادَةً قال قَرّي فِي بَيْتِكِ، فإِنّ الله عَزّوَجَلّ يَرْزُقُكِ الشّهَادَةَ. قال: فَكَانَتْ تُسَمّى الشّهِيدَةُ. قال قَدْ قَرَأَتْ الْقُرْآنَ، فَاسْتَأْذَنَتِ النّبِيّ صلى الله عليه وسلم أَنْ تَتّخِذَ فِي دَارِهَا مُؤَذّناً، فأَذِنَ لَها. قال: وَكَانَتْ دَبّرَتْ غُلاَماً وَجَارِيَةً، فَقَامَا إِلَيْهَا باللّيْلِ فَغَمّاهَا بِقَطِيفَةٍ لَها حَتّى مَاتَتْ وَذَهَبَا، فأَصْبَحَ عُمَرُ فَقَامَ فِي النّاسِ فقال: مَنْ عِنْدَهُ مِنْ هَذَيْنِ عِلْمٌ، أَوْ مَنْ رَآهُما فَلْيَجِيءْ بِهِمَا. فأَمَرَ فَصُلِبَا، فَكَانَا أَوّلَ مَصْلُوبٍ بالمَدِينَةِ".

(سنن أبي داود 1 / 160 کتاب الصلاۃ، باب إمامۃ النساء، الحدیث رقم:591وحسنہ الألبانی رحمہ اللہ)

وفی روایۃ: عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ، قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا فِي بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا، وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَأَنَا رَأَيْتُ مُؤَذِّنَهَا شَيْخًا كَبِيرًا (سنن أبي داود (1/ 161، کتاب الصلاۃ، باب إمامۃ النساء، الحدیث رقم:592وحسنہ الألبانی رحمہ اللہ)

ورواه ابن خزيمة في صحيحه بسنده عن أم ورقة أن نبي الله - صلى الله عليه وسلم - كان يقول انطلقوا بنا نزور الشهيدة وأذن لها أن تؤذن لها وأن تؤم أهل دارها في الفريضة وكانت قد جمعت القرآن.(صحیح ابن خزیمۃ 3/ 89 جماع أبواب صلاۃ النساء فی الجماعۃ - باب إمامۃ المرأۃ النساء فی الفریضۃ، صحیح ابن خزیمۃ (3/89) قال الألبانی: إسنادہ حسن)

ترجمۃ الباب: باب إمامۃ المرأۃ النساء فی الفریضۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ ام ورقہ کی امامت صرف عورتوں کے لئے تھی۔

امام دارقطنی نے فرمایا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کا حکم دیا تھا۔(المغنی لابن قدامۃ (2/ 147، ونیل الأوطار(3/(196).

دوسرا مسئلہ: عورت کا مردوں کی امامت کرانا۔

حکم: عورت کا مردوں کی امامت کرانا ناجائز ہے۔

جواز کی دلیل نہ ہونے اور عدم جواز پر متعدد مستند دلائل کی

روشنی میں جمہور فقہائے اسلام کی رائے یہ ہے کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی، اور اس رائے کی مخالفت محض چند شاذ و نادر لوگوں نے کی ہے، اور ساتھ ہی انہوں نے عورت کے مردوں کی امامت کے جواز کیلئے ایسی شرطیں لگائی ہیں جو حیرت انگیز بھی ہیں اور مضحکہ خیز بھی، مثلاً: مقتدی اس کے محارم ہوں یعنی وہ ان کی ماں، بہن، بیٹی، خالہ یا پھوپھی وغیرہ ہو، اسی طرح وہ ان کے آگے نہ کھڑی ہو بلکہ پیچھے کھڑی ہو، نیز وہ عمر رسیدہ ہو، جوان نہ ہو کہ مقتدیوں کے لئے فتنے کا باعث بنے وغیرہ!!!

لیکن جمہور اہل علم اور محققین کی رائے یہ ہے کہ عورت کسی بھی طرح مردوں کی امامت نہیں کرسکتی۔

دلائل: اس کے متعدد دلائل ہیں:

کتاب اللہ کے دلائل:

۱۔(وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا)(النساء:۳۲)

اور اس چیز کی آرزو نہ کرو جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کا اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے ان میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو، یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

امام رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" واعلم أن فضل الرجل على النساء حاصل من وجوه كثيرة " وذكر منها:"الإمامة الكبرى والصغرى والجهاد والأذان والخطبة والاعتكاف والشهادة في الحدود والقصاص بالاتفاق" (التفسیر الکبیر للرازی 10/ 72،71).

امام ابن عطیہ اپنی تفسیر المحرر الوجیز میں فرماتے ہیں:

" لا تتمنوا ما حدد الله في تفضيله فإنه تعالى قد جعل لكل أحد مكاسب تختص به فهي نصيبه : قد جعل الجهاد والإنفاق وسعي المعيشة وحمل الكُلَف كالأحكام والإمارة والحسبة وغير ذلك للرجال ، وجعل الحمل ومشقته وحسن التبعل وحفظ غيب الزوج وخدمة البيوت للنساء" (المحرر الوجیز 2/45).

امام جصاص أحکام القرآن میں فرماتے ہیں:

" ونهى الله عن تمني ما فضل الله به بعضنا على بعض لأن الله تعالى لو علم أن المصلحة له في إعطائه ما أعطى الآخر لفعل ولأنه لا يمنع من بخل ولا عدم وإنما يمنع ليعطي ما هو أكثر منه ... ومن التمني المنهي عنه أن يتمنى ما يستحيل وقوعه مثل أن تتمنى المرأة أن تكون رجلا أو تتمنى حال الخلافة والإمامة ونحوها" (أحکام القرآن للجصاص 3 /142).

امام سعدی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ينهى تعالى المؤمنين عن أن يتمنى بعضهم ما فضل الله به غيره من الأمور الممكنة وغير الممكنة فلا تتمنى النساء خصائص الرجال التي بها فضلهم على النساء.." (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان ص 177)

2.(اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ) (النساء:۳٤) مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

عورت کی امامت مرد کی قوامیت کے خلاف اور اس سے متعارض ہے، جب عورت اپنے شوہر کی امامت کرے گی تو مرد اس پر قوام کیونکر ہوگا؟ بھلا کیسے معقول ہوسکتا ہے کہ گھر کے امور میں مرد اپنی بیوی پر قوام ہو، اور مسجد میں وہ اس کی امام وخطیب اور قوام ہو؟

علامہ بیضاوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: "(الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاء ...) يقومون عليهن قيام الولاة على الرعية وعلل ذلك بأمرين وهبي وكسبي فقال بما فضل الله بعضهم على بعض بسبب تفضيله تعالى الرجال على النساء بكمال العقل وحسن التدبير ومزيد القوة في الأعمال والطاعات ، ولذلك خصوا بالنبوة والإمامة والولاية وإقامة الشعائر والشهادة في مجامع القضايا ووجوب الجهاد والجمعة ونحوها" (أنوار التنزيل وأسرار التأويل للبيضاوی 2/184)

امام شوکانی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"(الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاء ...) ... أي إنما استحقوا هذه المزية لتفضيل الله للرجال على النساء بما فضلهم به من كون فيهم الخلفاء والسلاطين والحكام والأمراء والغزاة وغير ذلك من الأمور ..." (فتح القدیر للشوکانی 1/460)

علامہ سعدی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"فتفضيل الرجال على النساء من وجوه متعددة: منها كون الولايات مختصة بالرجال والنبوة والرسالة واختصاصهم بكثير من العبادات كالجهاد والأعياد والجمع وبما خصهم الله به من العقل والرزانة والصبر والجَلَد الذي ليس للنساء مثله ، وكذلك خصهم بالنفقات على الزوجات بل وكثير من النفقات يختص بها الرجال ويتميزون عن النساء" (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان ص 177).

۳۔(وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ)(البقرۃ:۲۲۸)

اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضلیت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

امام سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(وللرجال عليهن درجة) أي رفعة ورياسة وزيادة حق عليها كما قال تعالى (الرجال قوامون على النساء ...) ومنصب النبوة والقضاء والإمامة الصغرى والكبرى وسائر الولايات مختص بالرجال". (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان ص102).

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل:

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عورت کے مردوں کی امامت کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے، نہ ہی عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلفاء راشدین میں کوئی ایسا واقعہ ہی عملاً پیش آیا ہے کہ کسی عورت نے مردوں کی امامت یا خطابت یا اس کی خواہش کی ہو، جبکہ اس کے برخلاف جہاد فی سبیل اللہ کی چاہت وجستجو اور اس کی فضیلت کے حصول کی خواہش صحابیات نے کی ہے۔

نہ ہی پوری اسلامی تاریخ میں کسی عورت نے مردوں کی امامت وخطابت کی چاہت کی ہے، جبکہ خواتین میں فقیہات، مفسرات، محدثات اور علم والیاں بڑی تعداد میں موجود تھیں، بلکہ بسا اوقات علم وفقہ میں بعض مردوں سے فائق اور برتر تھیں، جن کے سامنے بڑے بڑے حفاظ اور محدثین نے زانوئے تلمذ تہ کیا،

اور جنہوں نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں اور اسلامی مکتبات کو اپنے علم سے فیضیاب کیا، لیکن اس کے باوجود کسی نے مردوں کے سامنے امامت اور منبر پر آنے کی خواہش اور جرأت نہ کی، کہ مرد و خواتین کا اختلاط ہو اور مرد حضرات ان کی اقتدا کریں اور قیام، رکوع، سجود اور تشہد وغیرہ میں ان کا مشاہدہ کریں۔

اس کا جواز اور گنجائش تو درکنار سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجد، اس کے دروازے، اور اس سے داخل ہونے، نکلنے اور نماز کے لئے مسجد آنے جانے وغیرہ تمام مراحل میں دونوں جنسوں کو اختلاط سے منع کیا گیا ہے اور سخت تنبیہات کی گئی ہیں تاکہ کسی بھی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

۱۔ عن عائشة رضي الله عنها ، قالت: ((كُنَّ نساء المؤمنات يشهدن مع رسول الله - ﷺ - صلاة الفجر متلفعات بمروطهن ، ثم ينقلبن إلى بيوتهن حين يقضين الصلاة لا يعرفهن أحد من الغلس))

(أخرجه البخاري في صحيحه كتاب الصلاة, باب: في كم تصلي المرأة من الثياب حديث 372, وفي مواقيت الصلاة, باب: وقت صلاة الفجر حديث 578 وفي الأذان، باب: سرعة انصراف الناس من الصبح، ومسلم في المساجد, (645) (232) في المساجد, باب: استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها وهو التغليس وبيان قدر القراءة فيها)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا کہ نماز سے فراغت کے بعد فوری اپنے گھروں کو نکلتی تھیں تاکہ کسی قسم کا اختلاط نہ ہو۔ جبکہ غلس کا وقت ہوتا تھا اور وہ چادروں میں لپٹی بھی ہوتی تھیں۔

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّه - صلى الله عليه وسلم - "خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا"۔ (أخرجه مسلم في كتاب الصلاة - باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول منها، حديث 132 - (440) .ورواه النسائي في السنن كتاب الامامة باب ذكر خير صفوف النساء وشر صفوف الرجال الحديث رقم: 815 ورواه أبو داود في السنن أبواب الصفوف. باب صف النساء وكراهية التأخر عن الصّف الأول الحديث رقم: 678...ورواه الترمذي في السنن وقال حديث حسن صحيح - أبواب الطهارة - بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّفِّ الأَوَّلِ. الحديث رقم: 224).

سبحان اللہ اتنی تاکید! بھلا یہ بتاؤ کہ اگر عورتیں مردوں کے آگے ہو کر ان کی امامت کرنے لگیں اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگیں تو کیا ہوگا؟

امام نووی فرماتے ہیں:

وإنما فضل آخر صفوف النساء الحاضرات مع الرجال لبعدهن من مخالطة الرجال ورؤيتهم وتعلق القلب بهم عند رؤية حركاتهم وسماع كلامهم ونحو ذلك، وذم أول صفوفهن بعكس ذلك انتهى. (النووي على صحيح مسلم 4/159)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" حذرا من افتتان آخر صفوف الرجال بأول صفوف النساء، وكان الرجال في عهده صلى الله عليه وسلم يؤمرون بالتريث في الانصراف حتى يمضي النساء ويخرجن من المسجد لئلا يختلط بهن الرجال في أبواب المساجد مع ما هم عليه جميعا رجالا ونساء من الإيمان والتقوى فكيف بحال من بعدهم، وكانت النساء ينهين أن يتحققن الطريق ويؤمرن بلزوم حافات الطريق حذرا من الاحتكاك بالرجال والفتنة بمماسة بعضهم بعضا عند السير في الطريق" (مجموع فتاوى ابن باز (4/251).

3. عن ابن عباس رضي الله عنهما: قال له رجل: شهدتَ الخروج مع رسول الله - صلى الله

عليه وسلم - ؟ قال: نعم، ولولا مكاني منه ما شهدته، يعني من صغره، أتى العلم الذي عند دار كثير بن الصلت، ثم خطب، ثم أتى النساء فوعظهن، وذكرهن، وأمرهن أن يتصدقن، فجعلت المرأة تهوي بيدها إلى حلقها، تلقي في ثوب بلال، ثم أتى هو وبلال البيت.(صحیح البخاری 16 ۔کتاب صفۃ الصلاۃ. 77 ۔باب: وضوء الصبیان، ومتی یجب علیہم الغسل والطہور، وحضورہم الجماعۃ والعیدین والجنائز، وصفوفہم.الحدیث رقم: ...825 ورواہ النسائی فی السنن کتاب صلاۃ العیدین ۔باب موعظۃ الامام النساء بعد الفراغ من الخطبۃ وحثہن علی الصدقۃ ۔حدیث 1579)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں:

" قوله: "ثم أتى النساء" يُشعِر بأنّ النساء كُنّ على حدة من الرجال غير مختلطات بهم ، وقوله: "ومعه بلال" فيه أن الأدب في مخاطبة النساء في الموعظة أو الحكم أن لا يحضر من الرجال إلا من تدعو الحاجة إليه من شاهد ونحوه، لأن بلالاً كان خادم النبي ﷺ ومتولي قبض الصدقة، وأما ابن عباس فقد تقدم أن ذلك اغتفر له بسبب صغره"(فتح الباری بشرح صحیح البخاری 2/466).

4. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمَّتِهِ أُمِّ حُمَيْدٍ امْرَأَةِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ، قَالَ: " قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكِ تُحِبِّينَ الصَّلَاةَ مَعِي، وَصَلَاتُكِ فِي بَيْتِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِي حُجْرَتِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي دَارِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي دَارِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِي "، قَالَ: فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَظْلَمِهِ، فَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حَتَّى لَقِيَتِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ.(رواہ الامام أحمد فی مسندہ 6/371 وابن حبان فی صحیحہ کما فی الاحسان 5/595 وقال محققہ الشیخ شعیب الأرنؤوط: حدیث قوی، ورواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ 3/95 باب اختیار صلاۃ المرأۃ فی مخدعہا علی صلاتہا فی بیتہا ولہ شاہد فی سنن أبی داود وقال ابن حجر فی الفتح" وإسنادأحمد حسن ولہ شاہد من حدیث بن مسعود عند أبی داود". فتح الباری 2/349. قال الألبانی: حسن ((التعلیق الرغیب).

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں:

" ووجه كون صلاتها في الإخفاء أفضل تحقق الأمن فيه من الفتنة ويتأكد ذلك بعد وجود ما أحدث النساء من التبرج والزينة "(فتح الباری 2/349)

5. عن عَبْدِالله عن النّبيّ - صلى الله عليه وسلم - قال: "صَلاَةُ المَرْأَةِ في بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلاَتِهَا في حُجْرَتِهَا، وَصَلاَتِهَا في مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلاَتِهَا في بَيْتِهَا".(سنن أبی داود کتاب الصلاۃ. 196 باب التشدید فی ذلک.الحدیث رقم 570،[صحیح الجامع](صحیح)(3833).

6.عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: " لو تَرَكْنَا هذا الباب للنساء! ". قال نافع: فلم يدخل منه ابن عمر حتى مات.(صحیح أبی داود ۔الأم (2/360)

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسجد میں داخلہ کے لئے دروازہ کی تخصیص میں عورتوں کو اختلاط اور فتنہ سے بچانے کا کس قدر اہتمام پایا جاتا ہے۔

7. عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: خرج رسول الله - ﷺ - في أضحى، أو فطر، إلى المصلى، فمر على النساء، فقال: (يا معشر النساء

تصدقن فإني أريتكن أكثر أهل النار). فقلن: وبم يا رسول الله؟ قال: (تكثرن اللعن، وتكفرن العشير، ما رأيت من ناقصات عقل ودين أذهب للب الرجل الحازم من إحداكن). قلن: وما نقصان ديننا وعقلنا يا رسول الله؟ قال: (أليس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل). قلن: بلى، قال: (فذلك من نقصان عقلها، أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم). قلن: بلى، قال: (فذلك من نقصان دينها). (رواہ البخاری فی صحیحہ باب ترک الحائض الصوم الحدیث رقم: 298 ومسلم فی الایمان، باب: بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات، رقم:79،80.)

بھلا سوچو تو سہی کہ عورت ایام حیض میں جب خود نماز سے دور ہوگی اور اس کے لئے نماز ممنوع ومردود ہوگی اور ہر مہینہ میں کم وبیش چھ سات دن یہ کیفیت پیش آئے گی تو مردوں اور عورتوں کی امامت وخطابت کیسے کر سکے گی؟ چہ جائیکہ مرد کے بالمقابل اس کی عقل میں بھی نقص ہے اور اس پر جمعہ وجماعت واجب ہی نہیں ہے۔

8.(قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا)(النور: ۳۰-۳۱)

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔

غض بصر میں عورت کی عزت وعفت کا راز مضمر ہے، اسی لئے سنت میں جگہ جگہ اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، مثلاً:

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ. قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ. فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي. (صحیح مسلم کتاب الاداب - باب نظر الفجاۃ حدیث(2159)۔

و عن ابنِ بُرَيْدَةَ عن أَبِيهِ قال قال رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم لِعَلِيَ: "يَا عَلِيّ لا تُتْبِعِ النّظْرَةَ النّظْرَةَ، فإنّ لَكَ الاُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الآخرة"(سنن أبي داود کتاب النکاح. باب فی ما یؤمر بہ من غض البصر. حدیث 2149،[صحیح الجامع](حسن)(7953.)۔

اب اگر عورت کی مردوں کی امامت وخطابت فرض کر لی جائے تو مرد حضرات نماز اور خطبہ سے کیسے استفادہ کر سکیں گے؟ کیا عورت کو دیکھے بغیر یہ چیز ممکن ہے؟

وفي الصحيحين من حديث أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: "إياكم والجلوس بالطرقات"، فقالوا: يا رسول الله ما لنا من مجالسنا بُدّ نتحدث فيها. فقال: "إذ أبيتم إلا المجلس فأعطوا الطريق حقه"، قالوا: وما حق الطريق يا رسول الله؟ قال: "غض البصر وكف الأذى ورد السلام والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر".(صحیح البخاری کتاب المظالم -23- باب: أفنية الدور والجلوس فيها والجلوس على الصعدات - الحدیث رقم:2333 وصحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ، باب: النهي عن الجلوس في الطرقات..حدیث رقم:2121).

اگر راستے کے حقوق اور حرمت میں نگاہوں کو پست رکھنا مطلوب ہے تو کیا مساجد اور مصلے اس سے زیادہ حقدار نہیں کہ وہاں نگاہیں پست رکھی جائیں؟ پھر آخر مرد حضرات اللہ کے گھروں میں عورت کے پیچھے کیسے نمازیں پڑھیں گے اور کیسے خطبے سنیں گے؟ کیا آنکھیں بند کر کے بیٹھیں گے؟ یا پھر بازار حسن

لگ جائے گا اور نگاہوں کی زنا کاریوں کے بوجھ لادیں گے؟؟؟

9. عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: (من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد) (رواہ البخاری فی صحیحہ۔باب: إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود۔الحدیث رقم: 2550۔ورواہ مسلم فی صحیحہ ک الأقضیۃ، باب: نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور، رقم: 1718)۔

۱۰۔ امامت کے لئے اہل علم نے نصوص کی روشنی میں متعدد شرطیں لگائی ہیں، مثلا:

اسلام، عقل، بلوغت، ذکوریت، قراءت کی قدرت، اعذار سے سلامتی، ارکان نماز پوری کرنے قدرت، شروط صلاۃ میں سے کوئی شرط مفقود ہونے سے سلامتی، نیت۔

جبکہ بعض دیگر علماء نے مزید شرطیں بھی لگائی ہیں۔

ان شروط میں سے ایک بنیادی شرط ذکوریت (مردانگی) ہے، چنانچہ امامت کے لئے مرد ہونا ضروری ہے، عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی، اس سلسلہ میں اہل علم کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

علامہ عبدالرحمن الجزیری فرماتے ہیں:

إمامة النساء: ومن شروط الإمامة - الذكورة المحققة - فلا تصح إمامة النساء. (الفقہ علی المذاہب الأربعۃ (1/372).

الفقہ المیسر میں ہے:

4- الذكورة: يشترط في الإمامة أن يكون الإمام ذكرًا، فلا تصح إمامة المرأة، وكذا الخنثى للرجال، هذا باتفاق الأئمة الأربعة.(الفقہ المیسر (1/389)

موسعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے:

يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الإِمَامَةِ الأُمُورُ التَّالِيَةُ: ... د - الذُّكُورَةُ: يُشْتَرَطُ لإِمَامَةِ الرِّجَال أَنْ يَكُونَ الإِمَامُ ذَكَرًا، فَلاَ تَصِحُّ إِمَامَةُ الْمَرْأَةِ لِلرِّجَال، وَهَذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ(6/204).

۱۱۔ عورت تو دور کی بات ہے، مخنث (ہیجڑا) بھی مردوں کی امامت نہیں کرسکتا، کیونکہ اس میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ مونث ہو، اسی لئے علماء نے ذکوریت کے ساتھ اس کے تحقق اور یقینی مردانگی کی شرط لگائی ہے۔

الفقہ المیسر میں ہے:

أما الخنثى: فلا تصح أيضًا صلاة الرجل خلف الخنثى، والخنثى هو الذي لا يُعرف أذكرٌ هو أم أنثى، وكذلك لا تصح إمامة الخنثى لمثله بلا خلاف؛ لاحتمال أن يكون رجلًا، أما إمامته للنساء فتصح.(الفقہ المیسر (1/389))

موسعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے:

"وَلاَ تَصِحُّ إِمَامَةُ الْخُنْثَى لِلرِّجَال وَلاَ لِمِثْلِهَا بِلاَ خِلاَفٍ، لاِحْتِمَال أَنْ تَكُونَ امْرَأَةً وَالْمُقْتَدِي رَجُلاً" (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ(6/204).

۱۲۔ اسلامی تاریخ میں غلام اور نابالغ بچے کی امامت کا ذکر تو ملتا ہے لیکن کسی عورت کی امامت کا ذکر نہیں ملتا، یہ اس بات کی واضح اور دوٹوک دلیل ہے کہ عورت کے لئے مردوں کی امامت کرانا جائز نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

چھ سات سال کے بچے کی امامت:

عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَ لِي أَبُو قِلاَبَةَ: أَلاَ تَلْقَاهُ فَتَسْأَلَهُ؟ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ، وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ: مَا لِلنَّاسِ، مَا لِلنَّاسِ؟ [ص: 151] مَا هَذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُونَ: يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَهُ، أَوْحَى إِلَيْهِ، أَوْ: أَوْحَى اللَّهُ بِكَذَا، فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَلِكَ الكَلاَمَ، وَكَأَنَّمَا يُقَرُّ فِي صَدْرِي، وَكَانَتِ

العَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلاَمِهِمُ الفَتْحَ، فَيَقُولُونَ: اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ، فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ، فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الفَتْحِ، بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلاَمِهِمْ، وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلاَمِهِمْ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: جِئْتُكُمْ وَاللَّهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ حَقًّا، فَقَالَ: »صَلُّوا صَلاَةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، وَصَلُّوا صَلاَةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا«. فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي، لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ، فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ، وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ، كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الحَيِّ: أَلاَ تُغَطُّوا عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ؟ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي بِذَلِكَ القَمِيصِ.(صحیح البخاری(5/150/ ۴۳۰۲).

غلام کی امامت:

امام بخاری فرماتے ہیں: بَابُ إِمَامَةِ العَبْدِ وَالمَوْلَى

وَكَانَتْ عَائِشَةُ: "يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ المُصْحَفِ"(صحیح البخاری(1/140)

غور کریں کہ اگر عورت کی امامت درست ہوتی تو انہیں اپنے غلام سے امامت کروانے کی کیا ضرورت تھی، جبکہ وہ خود حد درجہ علم وفضل والی تھیں؟ رضی اللہ عنہا

یہ اور اس طرح کے دیگر دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ عورت کے لئے مردوں کی امامت کسی طرح درست وجائز نہیں۔ چہ جائے کہ سنت میں اس کے جواز کی کوئی دلیل ہو۔

عورت کے مردوں کی امامت کے عدم جواز پر فقہائے امت کے اقوال:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وإذا صلت المرأة برجال ونساء وصبيان ذكور فصلاة النساء مجزئة وصلاة الرجال والصبيان الذكور غير مجزئة لأن الله عز وجل جعل الرجال قوامين على النساء وقصرهن عن أن يكن أولياء وغير ذلك ولا يجوز أن تكون امرأة إمام رجل في صلاة بحال أبدا".(الأم 1/164).

امام ابن رشد فرماتے ہیں:

"اختلفوا في إمامة المرأة، فالجمهور على أنه لا يجوز أن تؤم الرجال واختلفوا في إمامتها النساء، فأجاز ذلك الشافعي، ومنع ذلك مالك.(بداية المجتهد ونهاية المقتصد (1/155).

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وسواء في منع إمامة المرأة للرجال صلاة الفرض والتراويح وسائر النوافل هذا مذهبنا ومذهب جماهير العلماء من السلف والخلف رحمهم الله وحكاه البيهقي عن الفقهاء السبعة فقهاء المدينة التابعين وهو مذهب مالك وأبي حنيفة وسفيان وأحمد وداود. (المجموع شرح المهذب للإمام النووی 4/223).

زید بن رسلان فرماتے ہیں:

" ولا يخطب المنفرد ولا إمامة النساء ولو قامت واحدة ووعظتهن فلا بأس "(غاية البيان شرح زيد ابن رسلان 1/130)

ابوزکریا انصاری فرماتے ہیں:

" ولا تخطب إمامة النساء ولو قامت واحدة وعظتهن فلا بأس " (فتح الوهاب بشرح منهج الطلاب لأبي يحي

زکریا الأنصاری الشافعی 1/150)

علامہ مرداوی انصاف میں فرماتے ہیں:

" قوله ولا تصح إمامة المرأة للرجل هذا المذهب مطلقا ". (الانصاف لأبي الحسن علي بن سليمان المرداوي 263،264/2)

علامہ قفال حلیۃ العلماء میں لکھتے ہیں:

"ولا تصح إمامة المرأة للرجال وحكي عن أبي ثور وابن جرير الطبري أنه يجوز إمامتها في صلاة التراويح إذا لم يكن هناك قارىء غيرها وتقف خلف الرجال" (حلیۃ العلماء للقفال ج2/ص170)

امام ابوثور اور طبری رحمہما اللہ کا قول شاذ اور بے دلیل ہے۔

احمد بن غنیم مالکی الفواکہ الدوانی میں فرماتے ہیں:

"واعلم أن الإمامة لها شروط صحة وشروط كمال فشروط صحتها ثلاثة عشر أولها الذكورة المحققة فلا تصح إمامة المرأة ولا الخنثى المشكل" (الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن أبي زید القیروانی المالکی لأحمد بن غنیم المالکی 205/1)

علامہ ابن مفلح المبدع میں فرماتے ہیں:

" ولا تصح إمامة المرأة والخنثى للرجال ولا للخناثي لا يصح أن يأتم رجل بامرأة في الصحيح من المذهب وهو قول عامتهم قال البيهقي وعليه الفقهاء السبعة والتابعون". (المبدع لابن مفلح الحنبلی 72/2)

ابن ضویان منار السبیل میں فرماتے ہیں:

"ولا تصح إمامة المرأة بالرجل". (منار السبیل لابراہیم الضویان الحنبلی 1/ 125. نیز دیکھئے: دلیل الطالب لمرعی بن یوسف الحنبلی 1/46 وعمدۃ الفقہ لابن قدامۃ المقدسی الحنبلی 1/ 23 وکشاف القناع عن متن الإقناع لمنصور بن یونس البہوتی الحنبلی 1/479).

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدر المختار میں ہے:

" باب الإمامة " ولا يصح اقتداء رجل بامرأة" (الدر المختار فی الفقہ الحنفی 1/576).۳۔

عورت کے مردوں کی امامت کے عدم جواز پر علماء امت کے فتاوے:

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وأما شروط الإمامة فنقول من صحت صلاته صحت إمامته, اللهم إلا المرأة لا تكون إماماً للرجال, وبناء عليه فتصح إمامة الصبي ولو كان دون البلوغ". (مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (15/144).

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے عورت کے مردوں کی امامت کے حکم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"المرأة لا تؤم الرجال مطلقاً ((فلن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة)) (البخاری 4425). (مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (15/147)

فتاوی لجنہ دائمہ میں ہے:

"لا تصح إمامة المرأة للرجال؛ لأن الإمامة في الصلاة من العبادات والعبادات، مبنية على التوقيف، والسنة العملية تدل على إمامة الرجل للرجال، ولا نعلم دليلا يدل على أن المرأة تؤم الرجال، أما إمامتها للنساء فلا بأس بذلك، وقد فعلته عائشة رضي الله عنها وأم سلمة رضي الله عنها، وروي عن النبي ﷺ "أنه أمر امرأة من أصحابه أن تؤم أهل دارها" ، يعنى من النساء.

نیز لجنہ دائمہ سے پوچھا گیا: کیا عورت کے لئے مردوں کی امامت کرنا جائز ہے؟ توانہوں نے جواب دیا:

"لا يجوز للمرأة أن تؤم الرجال؛ لأن ذلك خلاف

ما علم من الشرع المطهر".(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ 7/396)

عورت کے لئے مردوں کی امامت کے قائلین کے بعض شبہات اوران کا جواب:

اولاً: قائلین: عورت کے مردوں کی امامت کے قائلین ماضی میں چندنام ہیں،مثلاً:

امام ابوثور، امام مزنی اورامام طبری رحمھم اللہ۔

امام ابن رشدفرماتے ہیں:

وشذ أبو ثور والطبري، فأجازا إمامتها على الإطلاق.(بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد (1/155).

اسی طرح امام نووی فرماتے ہیں:

وقال أبو ثور والمزني وابن جرير تصح صلاة الرجال وراءها حكاه عنهم القاضي أبو الطيب (المجموع شرح المہذب للامام النووی 4/223)

البتہ اس دور میں چندخواتین نے عملاً مردوں کی طرح مردوں اورعورتوں کی امامت اورخطبۂ جمعہ دینے کی جرأت کی ہے، جیسے:

نیویارک امریکہ میں امینہ ودود، عصراء نعمانی نے سب سے پہلے اذان، مردوخواتین کو خطبہ جمعہ اور نماز پڑھانے جرأت کی ہے۔اوراس کے بعد ایمسٹرڈیم، ہالینڈ میں ایک مصری خاتون ادیبہ نوال السعادوی نے بھی یہ کام کیا، اسی طرح کینیڈین مصنفہ راحیل رازانے برطانیہ کے آکسفورڈسٹی میں ایک اسلامی مرکز میں مردوزن کی جماعت کی امامت کرائی۔اسی طرح ہندوستان میں کیرالا کی خاتون جمیدہ نے جمعہ میں مردوں کی امامت کرائی ہے۔

اسی طرح پاکستان کے بعض اخبارات کے ذمہ داروں نے بھی اس مسئلہ کو ہوادی ہے،اور حسب ذیل الفاظ میں تبصرہ کیا:

’’۔۔۔خواتین کی امامت کے بارے میں مردحضرات یوں الرجک کیوں ہیں‘‘۔

’’اگر خواتین گھروں اور ٹی وی پر بآواز بلند قرآن پاک کی تلاوت کرسکتی ہیں تو مسجد میں خدا کا نام لینے اوران کی امامت پر علماءکرام کیوں اعتراض کررہے ہیں۔ہمیں لازم ہے کہ دورِحاضر کے مطابق اسلامی مسائل کا حل تلاش کریں، کیوں کہ اگر ہم نے دورحاضر کو قبول نہیں کیا تو یہ ہمارے لیے پس ماندگی کا سبب بن سکتا ہے۔ہاں یہاں پر ایک تذکرہ بھی ضروری ہے کہ عورت کی امامت کے مسئلے پر سوائے برصغیر کے دنیائے اسلام سے کوئی بلند آواز سامنے نہیں آئی اور برصغیر کے مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ قدامت پسندی کے جال کو توڑ کر باہر آنا نہیں چاہتے۔دیکھیئے:

http://algazali.org/index.php?threads/%D8%B9%D9%88%D8%B1%D8%AA-%DA%A9%DB%8C-%D8%A7%D9%85%D8%A7%D9%85%D8%AA.1552/

شبہات: عورت کی امامت کے قائلین کے پاس اپنے مدعا کی کوئی دلیل نہیں سوائے چندشبہات کے جوحسب ذیل ہیں ہیں:

ا۔حدیث ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث:

’’أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - جَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا، وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا. ’’رَوَاهُ أَبُو دَاوُد. وَهَذَا عَامٌّ فِي الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ‘‘.

کہتے ہیں: یہ حدیث مردوں اورعورتوں سب کیلئے عام ہے۔

جواب: عموم کی بات بے دلیل اورنص حدیث اورمحدثین کے استنباط کے خلاف ہے۔کیونکہ:

ا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے گھر میں موذن کا انتظام کیا تھا نہ کہ مسجد یا کسی عام جگہ کے لئے، نیز اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ کے نبی نے جب انہیں اذان کی اجازت نہیں دی تومردوں کی امامت کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں۔

۲۔اللہ کے نبی نے انہیں اپنے گھر ہی میں رہنے کاحکم دیا باہر نکلنے سے منع فرمایا۔

۳۔ان کے لئے موذن کا انتظام کیا جونہایت عمررسیدہ تھے، نیز یہ غزوۂ بدر کے موقع کی بات ہے جب حجاب کی فرضیت نہ

ہوئی تھی۔

۴۔ امام دارقطنی نے فرمایا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کا حکم دیا تھا۔ (المغنی لابن قدامۃ (2/147)، ونیل الأوطار (3/196).

۵۔ حدیث کا صحیح معنی ومفہوم کیا ہے اس سے مراد صرف عورتوں کی امامت ہے یا مردوں اور عورتوں دونوں کی، اس کی وضاحت ائمہ حدیث کے استنباط سے بخوبی ہوتی ہے، چنانچہ کتب احادیث میں تراجم ابواب ملاحظہ فرمائیں:

سنن ابی داود: باب إمامۃ النساء

مصنف عبدالرزاق: باب المرأۃ تؤم النساء

مصنف ابن أبي شيبة: باب المرأۃ تؤم النساء

صحیح ابن خزیمۃ: باب إمامۃ المرأۃ النساء في الفريضۃ

اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ حدیث نے اس حدیث سے صرف عورت کے عورتوں کی امامت کا مسئلہ سمجھا اور مستنبط کیا ہے نہ کہ مردوں کی امامت کا مسئلہ، فتامل۔

۲۔ چند ائمۂ اسلام اس کے قائل ہیں، جیسے: امام ابوثور، امام مزنی اور امام طبری رحمھم اللہ۔

اس سے عورت کے مردوں کی امامت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

جواب: ا۔ ان علماء کی رائے شاذ ہے جیسا کہ امام ابن رشد فرماتے ہیں: "وشذ أبو ثور والطبري، فأجازا إمامتها على الإطلاق". (بدایۃ المجتہد (1/155).

2۔ جب علماء کے اقوال حکم شرعی کے خلاف ہوں تو ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا نہ ہی ان کا کوئی اعتبار ہے۔

عام فقہاء کا قول چھوڑ کر ایک شاذ قول کو کیونکر لیا جاسکتا ہے، اگر دین کی بنیاد آراء رجال ہو تو جمہور علماء کی رائے کو کیوں چھوڑا جارہا ہے، اور شواذ کی بات کیوں لی جارہی ہے؟

۳۔ دعوائے مساوات اور مرد کی بالادستی سے خروج۔

جواب: مساوات کا دعویٰ کھوکھلا ہے، اسلامی احکام اللہ کی جانب سے نازل شدہ ہیں، جو مبنی بر عدل اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ جہاں مردوں کی بالادستی اللہ کی جانب سے ہے وہاں اس سے خروج اور آزادی کی کوشش اسلام بیزاری کے مترادف ہے۔

۴۔ شریعت میں کہیں بھی عورتوں کی امامت کی ممانعت کا ذکر نہیں ہے۔ عہد رسالت میں عورتیں بھی امامت پر مامور تھیں اور ان کے پیچھے مرد و زن سب نماز پڑھتے تھے۔

چنانچہ برطانوی اخبار "گارڈین" کو انٹرویو میں امینہ ودود نے کہا تھا کہ " قرآن اور احادیث کے مطالعے کے دوران اسے کہیں بھی خواتین کی امامت کی ممانعت نہیں ملی۔ بلکہ آنحضور ﷺ نے خود عہد نبوت میں بھی عورتوں کو نمازوں کی امامت پر مامور فرمایا تھا اور عورتوں کی اقتداء میں مرد و زن سب نماز ادا کرتے تھے"۔

جواب: ا۔ عبادات توقیفی ہوتی ہیں، ممانعت نہیں بلکہ ثبوت کے لئے دلیل چاہئے۔

فتاوی لجنہ دائمہ میں ہے: "لا تصح إمامة المرأة للرجال؛ لأن الإمامة في الصلاة من العبادات والعبادات، مبنية على التوقيف، والسنة العملية تدل على إمامة الرجل للرجال، ولا نعلم دليلا يدل على أن المرأة تؤم الرجال". (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ 7/396).

۲۔ عورتوں کے امامت پر مامور ہونے کا دعویٰ بلا دلیل ہے، جو شریعت اور نبی کریم پر بہتان ہے، اگر اس سے مراد ام ورقہ کی حدیث ہے تو اس کے صحیح معنی ومفہوم کی وضاحت گزر چکی ہے۔

انتہی باختصار، واللہ اعلم

وصلی اللہ و سلم علی نبینامحمد

❖ ❖ ❖

[۱۷]

عقیدہ ومنہج

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

جولوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ تو عالم کے اندر ہے نہ باہر..، انہیں کی تردید میں ابن کلاب صاحب کا سلسلہ کلام جاری ہے فرماتے ہیں :

ان سے کہا جائے گا: ''وہ اس (عالم) سے لگا ہوا ہے نہ اس سے جدا ہے''؟

اگر وہ جواب دیں کہ : ''ہاں''

تو ان سے کہا جائے گا: ''اچھا تم ہمیں اپنے معبود کے متعلق بتاؤ: آیا وہ لگا ہوا ہے یا جدا ہے؟

پھر اگر وہ جواب دیں کہ : ''وہ ان دونوں ہی سے موصوف نہیں ہوتا ہے''

تو ان سے کہا جائے گا : ''تب تو ہمارے خالق کے اثبات کی صفت مخلوق کے عدم کی صفت کی طرح ہوگی۔

لہٰذا تم یہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ : ''وہ عدم ہے''

جس طرح تم انسان کو ''عدم'' کہہ دیتے ہو جب تم اسے ''معدوم'' کی صفت سے موصوف کرتے ہو؟

اور ان سے کہا جائے گا : ''جب مخلوق کا عدم اس کا وجود ہوا''، جب عدم وجود ہوگیا تو پھر جہالت علم ہوگی اور عاجزی قوت''۔ (درء التعارض:۶/۱۱۹-۱۲۱، مجموع الفتاوی:۵/۳۱۷-۳۱۹ الصواعق المرسلۃ: ۴/۱۲۴۱، اجتماع الجیوش الاسلامیۃ: ۲۸۲-۲۸۳ بحوالہ کتاب ''المجرد'' لابن فورک جس میں انھوں نے ابن کلاب کے مقالات جمع کئے ہیں)

● جولوگ یہ کہتے ہیں کہ : ''اللہ تعالیٰ نہ تو عالم کے اندر ہے نہ باہر ہے، نہ اس کے اوپر ہے نہ نیچے ہے'' انہیں دہریوں جیسا ٹھہراتے ہوئے ابن کلاب صاحب مزید فرماتے ہیں :

''تم لوگ ان سے زیادہ کفر اور تشبیہ کے مستحق کیوں نہیں ہو؟ جبکہ تمہارے بھی خیالات ملحدوں کے خیالات جیسے ہی ہیں، اور تم نے بھی گمراہوں جیسی باتیں کہی ہیں، اور رب العالمین کی توحید سے نکل گئے ہو''۔ (الصواعق المرسلۃ: ۴/۱۲۴۰ بحوالہ: کتاب ''المجرد'' لمقالات ابن کلاب لابن فورک)

ہم کہتے ہیں : ابن کلاب صاحب کے اس کلام میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کے لئے غایت درجہ کی عبرت ہے۔

● شیخ الاسلام صاحب مذکورہ کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''مقصود یہی ہے کہ - اشعری صاحب، ان کے اصحاب، اور حارث محاسبی جیسے ان کے پہلے کے لوگوں کے امام- ابن کلاب نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ: ''اللہ تعالیٰ نہ تو عالم کے اندر ہے نہ اس کے باہر ہے''

تو اس کا قول فاسد ہے اور طریق خبر ونظر سے خارج، اور اس نے صاف صاف لفظوں میں اللہ کی خبر کو رد کر دیا ہے۔

اگر اس سے کہا جائے کہ : ''اسے عدم سے موصوف کرو''

تو وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکے گا...اس پر بھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہی توحید خالص ہے۔

جبکہ یہ نفی خالص ہے، انھوں نے ''نفی خالص'' کو ''توحید خالص'' ٹھہرایا ہے۔ اور یہ جو بات ابن کلاب صاحب نے فرمائی

ہے اسی بات کے قائل تمام عقلاء ہیں جو صریح عقل سے گفتگو کرتے ہیں، بخلاف ان لوگوں کے جو معقول میں اپنا ذریعۂ گفتگو اوہام اور فاسد خیالات کو بناتے ہیں۔(درء التعارض:۶/ ۱۲۲)

۵- امام ابوالحسن اشعری(۳۲۴ھ)

امام اشاعرہ جنھیں بہت سے احناف نے -جن میں کوثری صاحب بھی شامل ہیں- حنفی ٹھہرایا ہے۔

انھوں نے صفات بالخصوص صفت علو کی نفی کرنے والے جہمیہ کے متعلق فرمایا :

''...انھوں نے اپنے وصف میں اس کی (یعنی اللہ تعالیٰ کی) کوئی حقیقت ہی نہیں ثابت کی ہے، نہ اپنے تذکروں میں اس کے لئے وحدانیت کو واجب ٹھہرایا ہے، کیونکہ ان کی ہر بات تعطیل کی طرف جاتی ہے، اور ان کے سارے اوصاف نفی پر دلالت کرتے ہیں، حالانکہ ان کے خیال کے مطابق (ان سب سے) ان کی مراد ''تنزیہ'' اور نفی ''تشبیہ'' ہے۔

ہم ایسی ''تنزیہ'' سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جو نفی وتعطیل کی موجب ہے۔(الإبانة :۲/۱۷۷تحقيق د.فوقيه و :۹۲تحقيق ارناؤط. ط. دارالبیان و ۱۲۶، ط. الجامعة الاسلامية)

ہم کہتے ہیں : اس امام کے کلام میں اشاعرہ وماتریدیہ دونوں کے لئے عبرت ہے، اس لئے اے دانشمندوں کچھ عبرت حاصل کرلو۔فاعتبروا یا اولی الأبصار

۶- سلطان محمود بن سبکتگین غزنوی(۴۲۱ھ)

فاتح بلاد هندو سنده، و اصنام شکن، ملقب به "یمین الدولة" و"امین الملة"۔(۴۰۶ھ)

اس سلطان کا ابن فورک صاحب کے ساتھ ایک قصہ ہے :

ابن فورک نے سلطان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ''فوقیت'' (اوپر ہونے) کا انکار کیا، اور جہمیہ کی موافقت ظاہر کی، جماعت سے نکل گئے، عقل صریح کے مقابل مکابرہ کیا، نقل صحیح سے برسرپیکار ہوئے، اور فطرت سلیم سے عناد کا مظاہرہ کیا، اور اللہ کو معدوم بلکہ ممتنع سے موصوف کیا؛

تب سلطان نے ان سے کہا : ''اگر آپ معدوم کا وصف بیان کرنا چاہیں تو اس سے زیادہ کیا بیان کریں گے؟''

(التدمرية: ۶۰، ضمن مجموع الفتاوى: ۳/۳۷، درء التعارض:۶/ ۲۵۳،الصواعق المرسلہ:۴/۱۲۸۷)

سلطان نے ان سے یہ بھی کہا کہ :

''آپ جس رب کا وصف بیان کررہے ہیں اس کے درمیان اور معدوم کے درمیان مجھے فرق کرکے بتادیجئے''۔

۷- حافظ مغرب امام ابن عبدالبر(۴۶۳ھ)

''... اور یہ لوگ (یعنی ''معطلہ'') ...معبود کی نفی کرنے والے ہیں ناچیزے ہیں کہتے ہیں کہ وہ لاشئ ہے [1] اور حق انہیں لوگوں کے کلام میں ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے منطوق سے بولتے ہیں اور یہی لوگ جماعت کے ائمہ ہیں...''(التمهيد لابن عبدالبر:۷/۱۴۵)

[1] (یہ اضافہ الصواعق المرسلة:۴/۱۲۸۹ سے ہے، التمهيد لابن عبدالبر میں نہیں ملا ہے)

۸- شیخ الاسلام ابن تیمیہ(۷۲۸ھ)

متکلمین کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہے نہ اس کے باہر نہ اس کے اوپر ہے نہ نیچے...''

بداہت نظر وفطرت سے اس بارے میں صریح ہے کہ اللہ معدوم بلکہ ممتنع ہے۔

اس حقیقت کی وضاحت میں شیخ الاسلام نے جتنی گفتگو کی ہے اس کا حصر دشوار ہے۔

اس سلسلے میں ان کی تحقیقات ایسی اچھوتی اور نادر ہیں جن سے دل باغ باغ اور آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں۔

اس سلسلے میں ان کے بعض گرانقدر مولفات کی نشاندھی کردینا

ہی اس مقام پر کافی ہے، جو لوگ مستفید ہونا چاہتے ہوں ان کی طرف رجوع کریں۔ (دیکھئے: بیان تلبيس الجهمية:۱/۱۳، ۳۱۴-۳۱۷، و درء التعارض: ۱۱۹/۶، ۱۲۲، ۱۴۳-۱۴۳، ۱۴۶، شرح حديث النزول: ۳۴، وضمن مجموع الفتاوى: ۳۶۸/۵، ورسالة الصفات الاختيارية ضمن جامع الرسائل:۳۲/۲، وضمن مجموع الفتاوى:۲۳۹/۶)

● شیخ الاسلام کی خدمت میں ایک فتوی نظم میں پیش کیا گیا تھا جو حسب ذیل تھا :

يَا مُنْكِرًا أَنَّ الْإِلٰهَ مُبَايِنُ
لِلْخَلْقِ يَا مَفْتُوْنُ بَلْ يَا فَاتِنُ
هَبْ قَدْ ضَلَلْتُ فَأَيْنَ أَنْتَ؟ فَإِنْ تَكُنْ
أَنْتَ الْمُبَايِنُ فَهُوَ أَيْضًا بَائِنُ
أَوْ قُلْتَ: لَسْتُ مُبَايِنًا قُلْنَا: إِذَنْ
بِالْاِتِّحَادِ، أَوِ الْحُلُوْلِ تَشَاحَنُ
أَوْ قُلْتَ: مَاهُوَ دَاخِلٌ، أَوْ خَارِجُ
هٰذَا يَدُلُّ بِأَنَّ مَاهُوَ كَائِنُ
إِذْ قَدْ جَمَعْتَ نَقَائِصًا وَوَصَفْتَهُ
عَدَمًا بِهَا هَلْ أَنْتَ عَنْهَا ضَاعِنُ
فَارْجِعْ وَتُبْ مَنْ قَالَ مِثْلَكْ إِنَّهُ
لَمُعَطِّلٌ وَالْكُفْرُ فِيْهَا كَامِنُ

اے اس بات کے منکر کہ معبود مخلوق سے جدا ہے، اے فتنے میں پڑے ہوئے بلکہ فتنے میں ڈالنے والے۔

مانو میں گمراہ ہو گیا مگر تم کہاں ہو؟ اگر تم جدا ہو تو وہ بھی جدا ہی ہے۔

یا اگر تم کہو : کہ تم جدا نہیں ہو تو ہم کہیں گے : تم اتحاد یا حلول کی مشکل میں پھنس گئے ہو۔

یا اگر تم کہو : نہ وہ داخل ہے نہ خارج ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ موجود ہی نہیں ہے۔

اس لئے کہ تم نے نقائص وعیوب کو جمع کیا اور ان کے ذریعہ اسے عدم سے موصوف کر دیا، کیا تم اس سے پھرنے والے ہو؟

بس اب رجوع کر لو اور توبہ کر لو، کیونکہ جس نے بھی تم جیسی بات کہی وہ مُعَطِّل ہے اور اس کے اندر کفر پوشیدہ ہے۔

اس پر شیخ الاسلام نے جو تحریر بطور جواب لکھی ہے وہ تحریف وتعطیل کے مریضوں کے لئے دواء شافی وکافی ہے، اس سے بیماروں کو شفا ملتی ہے اور پیاسے سیراب ہو جاتے ہیں۔

انھوں نے منقول صحیح اور معقول صریح سے یہ بات پایۂ تحقیق تک پہنچا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم کے اوپر ہے۔

اور ان کے اس قول سے کہ ''اللہ تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر ہے، نہ اوپر ہے نہ نیچے'' یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معدوم بلکہ ممتنع ہے، اور جو کچھ لکھا بہت خوب اور نہایت مفید لکھا ہے شیخ الاسلام نے۔ جزاه الله خيرا۔ (دیکھئے: مجموع الفتاوى: ۲۶۷/۵-۳۲۰، یہ رسالہ اس لائق ہے کہ اسے عقیق کی سیاہی سے دلوں کی تختیوں پر لکھا جائے، اور شاید آگے چل کر وہ تحقیق کے ساتھ طبع ہوتا کہ اس سے عمومی فائدہ حاصل ہو۔ نیز ''التدمرية'' ۵۹-۶۲ بھی دیکھئے۔ اور مجموع الفتاوى کے ضمن میں ۳/۳-۷-۳۹ دیکھئے)

۹- مورخ اسلام ناقد رجال امام ذہبی (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں :

''سلف وائمہ سنت، بلکہ صحابہ، اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنین سب اسی بات کے قائل ہیں کہ اللہ عزوجل آسمان میں ہے، اللہ عرش پر ہے، اللہ اپنے آسمانوں کے اوپر ہے۔

اور جہمیہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ ہر جگہ ہے۔

اور متاخر متکلمین اس بات کے قائل ہیں کہ :

اللہ تعالیٰ نہ آسمان میں ہے نہ عرش پر، نہ وہ آسمانوں میں ہے نہ زمین پر، نہ عالم کے اندر ہے نہ عالم کے باہر ہے، اور نہ وہ اپنی

مخلوق سے جدا ہے نہ ان سے ملا ہوا ہے...

اہل سنت واثر ان سے یہ کہتے ہیں کہ :

یہ سلبیات تو معدوم کی صفات ہوتی ہیں، اللہ جل جلالہ عدم سے بلند ہے؛ بلکہ وہ اپنی مخلوق سے ممتاز ہے، اس نے اپنی جو صفات بیان کی ہیں ان سے وہ موصوف ہے، اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ عرش کے اوپر بلا کیف ہے''۔(العلو: ۱۰۷،۱۹۵، مختصر العلو: ۱۴۶-۱۴۷، ۲۸۷، اور مختصر العلو: ۵۴، ۱۲۲ میں شیخ البانی کا کلام بھی اسی طرح کا ہے)

۱۰- امام ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ)

اس بات کی تحقیق میں کہ متکلمین کا یہ کلام کہ :

''اللہ تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر ہے، نہ اوپر ہے نہ نیچے ہے''

اس بات کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ معدوم بلکہ مستحیل وممتنع ہے ان کی گرانقدر بحثیں ہیں۔

جن میں انھوں نے ثابت کیا ہے کہ ان کے قول کا نتیجہ وجود صانع (کائنات کے موجد) کا انکار ہے، اور وہ فلاسفہ ودہریہ اور جہمیہ وزنادقہ کے ہمنوا ہیں، نہ انھوں نے اسلام کی مدد کی نہ اس کے دشمنوں کو توڑ سکے، اور اثبات صانع کے متعلق ان کا یہ طریقہ درحقیقت اس کی نفی کا طریقہ ہے، ان کا پورا کلام پڑھا جائے جو بڑا گرانقدر، اہم اور فصیح وبلیغ ہے اور اس میں تحریف وتعطیل کے مریضوں کے لئے دوائے شافی وکافی ہے۔

(دیکھئے: الصواعق المرسلۃ: ۹۶۲/۳-۹۸۸، ساٹھویں وجہ، اکسٹھویں وجہ ۱۲۳۳/۴-۱۲۳۵، ۱۳۷ ویں وجہ، مختصر الصواعق ۱۸۸/۱-۲۰۱، طبع قدیم اور ۱۲۱/۱-۱۳۰ طبع جدید تیسویں وجہ، اور اکتسویں)

ان کے علاوہ امام ابی العز حنفی (۷۹۲ھ)، امام شوکانی (۱۲۵۰ھ) علامہ محمود آلوسی حنفی (۱۲۷۰ھ) ان کے صاحبزادے نعمان آلوسی حنفی (۱۳۱۷ھ) اور ان کے پوتے شکری آلوسی حنفی (۱۳۴۲ھ) وغیرہ نے بھی اس سلسلے میں اہم گفتگو کی ہے اور ان سب کا کلام ماتریدیہ کے لئے حد درجہ باعث عبرت ہے۔ (دیکھئے الماتریدیہ للأفغانی: ۵۶۶/۲-۵۶۷)

ہم نے گزشتہ سطور میں یہ کہا تھا کہ کوثری صاحب اور ان کے ماننے والے خالص مشبہہ ہیں اور اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی تعطیل اور اس میں تحریف ہے۔ اور اس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی اور :

● **دوسری وجہ :** یہ ہے کہ انھوں نے صفات کمال میں مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے مشابہ ٹھہرایا جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ وہ مخلوق کو حاجت روا، مشکل کشا اور عالم الغیب وغیرہ سمجھتے ہیں۔

● ذہن نشین رہے کہ پہلا طریقہ یہودی طریقہ ہے اور دوسرا نصرانی طریقہ ہے۔(دیکھئے: درء التعارض: ۸۶/۷، ۸۸، ۹۵، ۲۶۰، ۲۶۱، اور الوصیۃ الکبری: ۴۹-۵۰، مجموع الفتاوی: ۳۷۱/۳-۳۷۲، اور شرح الطحاویۃ: ۲۳۷)

● علامہ کوثری صاحب اور ان کے ماننے والے کوثریوں نے ان دونوں طریقوں کو اپنے یہاں جمع کرلیا ہے۔

علامہ کوثری صاحب کے نزدیک قبروں کی برکت حاصل کرنے اور قبولیت کی وجہ سے وہاں دعا کرنے کے لئے ان کی زیارت کو جانا جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص نزول خیرات (بھلائیوں) کی طلب اور مصیبتوں کو دور کرنے کی غرض سے فوت شدہ اخیار (بزرگوں) کے نفوس سے استعانت (مدد مانگنے) کے لئے قبروں کی زیارت کو جاتا ہے تو بھی جائز ہے۔

(مقالات الکوثری: ۳۸۵، تبدید الظلام ۱۶۲، بحوالہ حنفی، ماتریدی، خرافی تفتازانی. اور بریلوی عقائد سے اس کا موازنہ کیجیے۔ دیکھئے: البریلویہ ۵۶-۶۱ آپ کو حد درجہ عجیب وغریب چیزیں نظر آئیں گی اور آپ یہ فیصلہ کرسکیں گے کہ کوثریت بلاشک وریب بریلویت ہی ہے)۔

ہم کہتے ہیں : اے مسلم برادر! ذرا ان قبوری علامہ صاحب کی قلت حیا تو ملاحظہ فرمائیں کہ جناب کس طرح علانیہ طور پر مشرکین عرب کے خالص بت پرستانہ عقیدے کے اپنانے کا اظہار کرتے ہیں۔

بلکہ مشرکین عرب بھی آفات وسانحات کے دفع کرنے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا کرتے تھے۔

● علامہ کوثری صاحب کے اس شرک اکبر واظہر کا سرچشمہ ماتریدیت کے فلسفی جناب تفتازانی صاحب (۷۹۲ھ) ہیں جنھوں نے باطنی قرامطہ کی تابعداری کی ہے۔

اور جنھوں نے اس بات کا دعوی کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں نہیں بلکہ بحالت بیداری دیکھا ہے اور انھوں نے میرے منہ میں تھوکا تھا جس کی وجہ سے میں علم ونور سے بھر گیا۔ (دیکھئے: الماتریدیه للأفغانی ۳/ ۳۱۴ اور مذکورہ دعوی کے لئے انھوں نے شذرات الذهب ۶/ ۳۲۱ کا حوالہ دیا ہے)

● علامہ کوثری صاحب اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ ارواح اولیاء کے کچھ آثار اس عالم کے احوال پر بھی ظاہر ہوتے ہیں، اس لئے ارواح اولیاء ہی اس عالم کی تدبیر کرنے والی ہیں۔ (مقالات الکوثری: ۳۸۲، اور تبدید الظلام: ۶۱)

اور انھوں نے صاف صاف اس کفر اور کھلے ہوئے اس شرک پر اللہ تعالیٰ کے اس قول: (فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا) (النازعات: ۵) کو محمول کیا ہے۔

● اور اس کفر میں کوثری صاحب کے سلف اور پیشرو اشعریت کے فلسفی جناب فخر رازی صاحب (۶۰۶ھ) ہیں جنھوں نے دین مشرکین اور ستارہ پرستی کی تائید وحمایت اور جادو اور اسی جیسی چیزوں کے جواز میں اپنی معروف کتاب: "السر المکتوم فی دعوة الکواکب، والنجوم، والسحر، والطلاسم، والعزائم" یا "السرالمکتوم فی السحر ومخاطبة النجوم" لکھی تھی اور ان کے الحاد کی ایک مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کی قرمطی باطنی تحریف بھی ہے، جناب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج دراصل ایک فکری ترقی تھی، اور انبیاء کو کواکب بتایا ہے، اور جنت کی نہروں کو عناصر اربعہ قرار دیتے ہیں۔ (دیکھئے: نقض المنطق: ۵۳. اور مجموع الفتاوی کے ضمن میں ۴/ ۶۲-۶۳، الماتریدیہ: ۲/ ۷۵)

● ہم تو یہ سمجھتے رہے تھے کہ ان غالی حضرات کے یہاں صرف ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو توحید الوہیت کے منافی ہیں۔ مگر اب ظاہر ہوا کہ یہ لوگ تو ربوبیت اور اس عالم کی تدبیر تک کے معاملات میں شرک کے مرتکب ہیں۔

شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغداد کے مفتی احناف علامہ آلوسی (۱۲۷۰ھ) کو توفیق دی کہ وہ ان کے لئے گھات لگائیں اور ان کی چالوں کو ان کی گردنوں کا پھندہ بنادیں، انھوں نے رازی کے اس کلام کا ابطال کرکے ان لوگوں کی کونچیں ہی کاٹ کر رکھ دی ہیں۔ (دیکھئے روح المعانی ۳۰/ ۲۴-۲۶، الماتریدیة ۳/ ۳۱۵)

● علامہ کوثری صاحب کے نزدیک اولیاء کی تربتوں کے اندر اپنے زائرین پر ڈھیروں انوار کے فیضان کی استعداد ہوتی ہے جیسا کہ بصیرت والے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (مقالات الکوثری: ۳۸۶، بقدیر الظلام: ۱۶۲)

اس خرافات میں ان کے سلف اور پیشرو جناب جرجانی حنفی صاحب (۸۱۶ھ) ہیں جن کی فاسد عقلیت نے انہیں عقیدہ وحدت الوجود تک پہنچادیا تھا، جس کا اعتراف ان کے ہم مسلک لوگوں کو بھی ہے اور ان کے ہم مشرب بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ (دیکھئے: الماتریدیة ۱/ ۳۲۴-۳۲۶، اور "ظل" "ظل إله"، "غوث"، "قطب" اور "اوتاد" کے معنی میں ان کی خرافات "تعریفات الجرجانی": ۵۸، ۱۸۶، ۲۰۹، ۲۲۷، ۲۲۸ اور ۲۲۸ میں ملاحظہ فرمائیں)

● علامہ کوثری صاحب کے نزدیک جب وہ روحیں اپنے

جسموں سے جدا ہوگئیں تو پردہ اٹھ گیا، اور عالم غیب ان پر منکشف ہوگیا۔

اس لئے مردوں اور قبروں سے زائرین کا مستفید ہونا ثابت ہوگیا۔(مقالات الکوثری:۳۸۳)

اس بات سے جناب کا مقصود یہ ہے کہ ارواح اولیاء کے لئے تصرف اور علم غیب کا اثبات کیا جائے، تا کہ اس حجت کے ساتھ کہ وہ سنتے، جانتے اور تصرف کرتے ہیں لوگوں کو مصیبتوں اور آفتوں میں ان سے مدد مانگنے اور فریاد کرنے کی دعوت دی جائے۔

اور اس ضمن میں ائمہ احناف نے جو کچھ فرمایا ہے جناب والا نے اس سے مکمل چشم پوشی اختیار کرلی ہے :

ائمہ احناف فرماتے ہیں : ’’إن ظن أن المیت یتصرف في الأمور دون الله تعالی و اعتقاده ذلک کفر‘‘(البحر الرائق ۲/۲۹۸،رد المختار: ۲/۴۳۹ قبیل باب الاعتکاف، الماتریدیة ۳/۳۱۶)

اگر یہ سمجھے کہ میت اللہ کے سوا امور میں تصرف کرتی ہے تو اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

’’من قال : أرواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر‘‘

جس نے یہ کہا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں جان رہی ہیں تو اسے کافر ٹھہرایا جائے گا۔

(الفتاوی البزازیة المسماة: ’’الجامع الوجیز‘‘ علی هامش الفتاوی الهندیة:۶/۳۲۶ اور البحر الرائق شرح کنز الدقائق:۵/۱۲۴ اور ط میں ۵/۱۳۴)

● جناب اس بات کے بھی قائل ہیں کہ :

وفات کے بعد مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو پکارنا جائز ہے اور یہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم میں متوارث چلا آیا ہے۔(مقالات الکوثری:۳۹۱)

اسی طرح غائبانہ طور پر بھی آنحضرت ﷺ کو ندا دینا اور پکارنا جائز ہے۔(مقالات:۳۸۷)

اور یہ عین بریلویت کے وثنی عقائد ہیں۔(دیکھئے: البریلویة: ۵۶-۶۱،الماتریدیه:۳/۳۱۶)

● کوثری صاحب نے کتاب وسنت میں توسل اور وسیلہ کے متعلق وارد نصوص میں بھی حسب ذیل تحریف کی ہے :

وہ کہتے ہیں : ازروئے لغت وشرع توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی ولی کی ذات اور شخصیت سے اس کی حاضری وغیبوبت اور موت کے بعد بھی توسل کیا جائے اور اس کا وسیلہ لیا جائے، اور ہر افترا پرداز اور جھوٹے کے علی الرغم طبقہ طبقہ امت اسی پر چلتی آرہی ہے۔(مقالات الکوثری:۳۷۸-۳۸۰،۳۸۶)

● حقیقت یہ ہے کہ افاک ومفتری اور کسی پر باتیں بنانے اور چڑھانے والے تو خود علامہ کوثری صاحب ہی ہیں۔

● جناب فرماتے ہیں : زندہ کی دعا سے توسل اور متوسل بہ (جس کو وسیلہ بنایا جارہا ہے) سے دعا طلب کرنا نہ ازروئے لغت توسل ہے نہ ازروئے شرع۔(مقالات: ۳۸۷ الماتریدیة: ۳/۳۱۶)

● فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ان سے توسل اور ان کی وفات کے بعد ان سے توسل میں اس طرح فرق کرنا کہ اول کو جائز اور دوم کو ناجائز بتانا یہودیوں سے ماخوذ ہے۔(تبدید الظلام:۱۵۵-۱۵۶، اور اس کا مصدر دفع الحصنی: ۶۴ ہے،الماتریدیة:۳/۳۱۷)

بلکہ اسے یہود کے غالی منافقین نے ایجاد کیا ہے۔(مقدمة الکوثری للبراهین الساطعة لسلامة القضاعی الهندی الصوفی النقشبندی:۸،حوالہ مذکور)

(ان شاء اللہ جاری ہے)

[۲]

تزکیہ وتربیت

خشوع وخضوع میں اضافہ کرنے والے اسباب

ابوابراہیم کمال الدین سنابلی بدایونی

الجماعۃ کے پچھلے شمارے (ماہِ جنوری 2017) میں ہم نے نماز کے خشوع کو متاثر کرنے والے اسباب کا ذکر کیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اسے نماز کی لذت محسوس ہوتی ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ‘‘۔ (سنن نسائی، حدیث نمبر: 3940)

" میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے" (نسائی، حدیث نمبر: 3940)

نماز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیحد دلچسپی اور خشوع وخضوع ہی کی وجہ تھی کہ کبھی آپ نماز کے تعلق سے فرماتے" يَا بِلَالُ، أَقِمِ الصَّلَاةَ أَرِحْنَا بِهَا" (ابوداود، حدیث نمبر: 4985)

" اے بلال نماز کے لیے اقامت کہو، نماز کے ذریعے ہمیں راحت پہونچاؤ" (ابوداود، حدیث نمبر: 4985)

خشوع کو متاثر کرنے والے اسباب کو سمجھنے کے بعد آیئے اب ہم ذکر کرتے ہیں کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے خشوع وخضوع میں اضافہ ہوتا ہے۔

1۔نماز کا اہتمام اور تیاری :

نماز کا اہتمام اور تیاری کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کو فکر ہو کہ مجھے نماز پڑھنی ہے، لہٰذا نمازی نماز کے لیے مکمل اہتمام کرے، اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک رکھے، اللہ تعالی کا فرمان ہے (يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمۡ عِندَ كُلِّ مَسۡجِدٖ) (الأعراف: 31)

’’اے بنو آدم! ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو‘‘۔

اذان ہو تو اذان کا جواب دے، اذان کے بعد کی دعا پڑھے، اچھی طرح سے وضو کرے اور اللہ کی عبادت ورضامندی کی غرض سے مسجد کی طرف نکل جائے، مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھے، مسجد میں پہونچ کر اگر وقت ہو تو سنتیں پڑھنے کا اہتمام کرے اور امام کے ساتھ پورے وقار کے ساتھ نماز کی ادائیگی کرے۔

2۔نماز اطمنان وسکون کے ساتھ ادا کرنا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے وقار اور اطمنان وسکون کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، نیز آپ نے اطمینان وسکون کے ساتھ نماز پڑھنے کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا:

"لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَفْعَلَ ذَلِكَ" (سنن الدارمی، حدیث نمبر: 1368)

" اس سکون و اطمینان کے بغیر تم میں سے کسی کی نماز نہیں ہوتی" (سنن دارمی، حدیث نمبر: 1368)

بخاری کی ایک لمبی حدیث ہے، جس میں ہیکہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، اس شخص نے نماز پڑھی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا، آ کر سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: واپس جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو اس لیے کہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں (یعنی بظاہر تو پڑھی ہے لیکن وہ نہ پڑھنے کے درجے میں ہے) آدمی نے واپس جا کر پھر نماز پڑھی اور واپس آ کر آپ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیکر پہلے کی طرح پھر واپس کر دیا اور دوبارہ نماز پڑھنے کو کہا، حتی کہ تیسری

مرتبہ یا تیسری مرتبہ کے بعد اس شخص کے استفسار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرسکون نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

" إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا" (بخاری، حدیث نمبر:757)

" جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن سے جو کچھ میسر ہو پڑھو، پھر تم رکوع کرو اور اطمینان کے ساتھ رکوع کرو، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ حتی کہ اطمنان کے ساتھ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو اور پورے اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو، پھر سجدے سے سر اٹھاؤ حتی کہ اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ، پھر اسی طرح اپنی پوری نماز ادا کرو" (بخاری، حدیث نمبر: 757)

ذرا اندازہ لگائیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی نماز نہ ہونے کی طرف اشارہ کیا جو اطمینان وسکون سے نماز نہیں پڑھ رہے تھے، اور ایک بار نہیں، تین تین بار اُن کو واپس کیا کہ اپنی نماز دوہراؤ۔

اب ذرا ہم اپنا جائزہ لیں، ہماری نمازیں کس طرح کی ہوتی ہیں، ہماری نمازوں کی ادائیگی کا کیا حال ہے، سنتِ رسول کی پابندی کس قدر ہے، اطمینان وسکون کی کیا کیفیت ہے، جب ہم اپنی نمازوں کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہماری نمازوں میں نہ سکون ہوتا ہے نہ اطمینان، ہم "اللہ اکبر" کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں، جلدی جلدی کسی طرح ثنا وحمد اور قرأت قرآن پورا کر کے رکوع میں چلے جاتے ہیں، رکوع کی تسبیح تین بار اس طرح جلدی جلدی ادا کرتے ہیں کہ تسبیح کے الفاظ تک زبان سے پورے ادا نہیں ہوتے، تسبیح اطمنان سے پوری کرنے سے پہلے ہی سر کو اٹھانا شروع کر دیتے ہیں اور تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں، رکوع سے اٹھ کر اعتدال کے ساتھ سیدھے کھڑے بھی نہیں ہو پاتے کہ فوراً سجدے میں گر جاتے ہیں، اور پھر دونوں سجدوں کی کیفیت سے اللہ کی پناہ، بالکل وہی کیفیت ہوتی ہے جسے حدیث میں کوے کی طرح ٹھونگے مارنا کہا گیا ہے، نہ تسبیحات کی صحیح ادائیگی کا کچھ خیال اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان دعائے ماثور کا اہتمام، جلسۂ استراحت تو رہنے ہی دیجئیے کہ اس کی ادائیگی ہمارے بھائیوں پر بہت گراں ہے، باوجودیکہ جلسۂ استراحت سنتِ نبویہ واحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

ایسی نماز ہوتی ہے عوام کی اکثریت کی جن میں سے بعض کی اسپیڈ تو اتنی تیز ہوتی ہے کہ دورانِ نماز خود ان کا سانس پھول جاتا ہے، پھر بھلا بتائیے ایسی نمازوں میں خشوع وخضوع کیونکر ہو؟

افسوس تو اس بات پر ہیکہ نمازوں کی ادائیگی میں سرعتِ رفتار کا یہ طریقہ صرف عوام تک محدود نہیں بلکہ بہت سی مساجد کے ائمہ کرام کا بھی یہی حال ہے، اور ان کی اسپیڈ اتنی تیز ہوتی ہے کہ مقتدیوں کو جلدی جلدی ان کے پیچھے بھاگنا پڑتا ہے کہ ذرا تاخیر ہوئی تو امام صاحب اِس رکن سے اُس رکن میں پہونچ جائیں گے، ایسے ہی ائمہ کے بارے میں شاعرِ مشرق نے کہا تھا:

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر

خلافِ سنت نماز پڑھنے والے بھی سوچیں :

ایک اور قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو بار بار نماز دوہرانے کا حکم دیا جو جلدی جلدی نماز پڑھ رہا تھا، یعنی بظاہر طریقۂ نماز کے اعتبار سے اس شخص کی نماز سنت رسول کے خلاف نہیں تھی، نماز کا طریقہ وہی تھا جو رسول کا تھا، بس یہ تھا کہ اس شخص نے نماز کی ادائیگی میں سرعت سے کام لیا، اب ذرا غور کرو کہ مذکورہ حدیث کی روشنی میں پھر ان لوگوں کی نمازوں

کا حال کیا ہوگا جن کی نمازوں کا طریقہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے خلاف ہے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے:
"صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" (بخاری، حدیث نمبر:631)
یعنی "نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو" (بخاری، حدیث نمبر:631)

اللہ تعالی ائمہ اور عوام دونوں کو توفیق دے نمازوں کو سنتِ رسول کا پابند بنانے کی تاکہ نمازوں میں خشوع وخضوع پیدا ہوسکے۔

3۔نماز میں موت کو یادرکھنا :

نماز میں موت کو یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت نمازی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ مجھے ایک دن مرنا ہے، موت یقینی ہے اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، موت کبھی بھی آ سکتی ہے، ہوسکتا ہے یہ میری آخری نماز ہو، جب اس ارادے کے ساتھ آدمی نماز پڑھے گا تو ظاہر ہے کہ نماز کو خوب اچھے طریقے سے پڑھے گا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اذكر الموت في صلاتك ؛ فإن الرجل إذا ذكر الموت في صلاته لحري أن يحسن صلاته، وصل صلاة رجل لا يظن أنه يصلي صلاة غيرها" (السلسلة الصحيحة:1421و حسنه الألباني في "صحيح الجامع" (849))

"اپنی نماز میں موت کو یاد رکھو، اس لیے کہ آدمی جب اپنی نماز میں موت کو یاد رکھے گا تو نماز اچھی طرح پڑھے گا، اور اس آدمی کی طرح نماز پڑھو جسے یہ امید نہیں ہوتی کہ وہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھ سکے گا" (السلسلة الصحيحة:1421)

جو شخص نماز پڑھتے وقت یہ سوچ لے کہ شاید یہ میری آخری نماز ہو، کیونکہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں، شاید اب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں، تو ظاہری سی بات ہے کہ ایسا شخص نماز کے تمام ارکان کا خیال رکھتے ہوئے پورے اہتمام واعتدال کے ساتھ نماز پڑھے گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : عِظْنِي وَأَوْجِزْ. فَقَالَ : " إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ"

"ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا:" مجھے مختصر نصیحت کر دیجیے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے دنیا سے رخصت ہونے والے ہو" (مسند احمد، حدیث نمبر:23498)

4۔آیات وتکبیرات وتسبیحات میں غور وفکر :

نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کا ایک بہت اہم ذریعہ ہے نماز میں پڑھی جانے والی آیات اور اذکار کا معنی ومطلب سمجھنا، بندہ جب "اللہ اکبر" کہے تو اسے معلوم ہو کہ وہ اپنے رب کی کبریائی بیان کر رہا ہے، اس ذات کا ذکر کر رہا ہے جو بہت بڑا ہے، اس کے بڑے ہونے کے کیا معنی ہیں، اس کا احساس بندے کے دل میں ہو، بندہ جب ثنا پڑھے تو اسے معلوم ہو کہ وہ اپنے رب کی بزرگی بیان کر رہا ہے یا اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کر رہا ہے، جب "الحمد" پڑھے تو سمجھے کہ اللہ کی حمد کا کیا مطلب ہے، اس کے رحمن ورحیم ہونے کا کیا معنی ہے، وہ یومِ جزا کا مالک ہے، "ایاک نعبد وایاک نستعین" میں اس نے رب کے سامنے کیا اقرار کیا ہے، الغرض الحمد کا معنی سمجھے، تلاوت قرآن کرے تو جانے کہاں جنت کا ذکر ہو رہا ہے، کہاں جہنم کا، اللہ ان آیات میں کیا فرما رہا ہے، رکوع وسجود میں تسبیحات کے معنی سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنے بندہ ہونے اور اللہ کے معبود ہونے کا پورا احساس ہو، وہ اپنی پیشانی کو جھکا کر یہی تو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تو عظیم ہے، تو اعلی ہے، تو معبود ہے، میں بندہ ہوں، میں عاجز ہوں، میں ساجد ہوں اور تو مسجود ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

[۱]

معاشرتی مسائل

بچوں کی نفسیات اور تربیت کے تقاضے

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

تربیت کیا ہے؟

تربیت انسان سازی کا فن ہے، انسان خَلق اور خُلق دو چیزوں سے مرکب ہوتا ہے، خَلق یعنی اس کا جسم اور خُلق یعنی اس کے اخلاق، عادات، اطوار، ذہنیت، کردار اور شخصیت، جسم تو کائنات کی ہر مخلوق کے پاس ہے لیکن کردار اور اخلاق انسان کی شخصیت کا ممتاز حصہ ہے، بلکہ انسان کی اصل اور شناخت اس کا کردار اور اخلاق ہی ہے، دنیا میں اس کے مفید اور مضر ہونے اور آخرت میں اس کے کامیاب اور ناکام ہونے کا انحصار اس کے کردار پر ہی ہے، تربیت اسی کردار سازی کا نام ہے جسے ہم دوسرے لفظوں میں انسان سازی بھی کہہ سکتے ہیں، انسان اپنی شخصیت میں کچھ اچھائیاں اور کچھ برائیاں لے کر جنم لیتا ہے، فطرت اس کی شخصیت میں اس کی پیدائش سے پہلے ہی کچھ کمالات اور کچھ نقائص ودیعت کر دیتی ہے، (فالهمها فجورها وتقوىٰها) تربیت کا مقصد اس کی اچھائیوں کو اجاگر کرنا، ان کو اپنے اور اپنے معاشرے کے لیے امکانی حد تک مفید بنانا اور کمال تک لے جانا ہے، اسی طرح تربیت انسانی نفس میں پائے جانے نقائص کو امکانی حد تک ختم کرنے اور ان نقائص کو خود اس کے اپنے لیے اور پھر اپنے معاشرے کے لیے مضر بننے سے روکنے کا نام ہے۔

انسانی بچہ اپنی عمر کے ابتدائی مراحل میں جس طرح اپنی جسمانی صحت اور نشونما کے لیے اپنے والدین کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اپنے کردار کی بھلائیوں تک رسائی، اپنی فطرت میں ودیعت کیے گئے کمالات کی بازیابی اور نفس کی شرانگیزیوں سے محفوظ رہنے کے لیے روحانی اور اخلاقی تربیت کا بھی ضرورت مند ہوتا ہے، بچے کی جسمانی نشونما اور پرداخت پر توجہ دینا اور اس کی کردار سازی اور تربیت کو نظرانداز کر دینا اس کے ساتھ ظلم ہے۔

تربیت کون کرے؟

تربیت ایک مسلسل فکرمندی اور انتہائی توجہ اور نگہداشت کا کام ہے، جس طرح بچے کی جسمانی نشونما بغیر مسلسل کوشش اور توجہ کے ممکن نہیں اسی طرح اس کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے لیے مسلسل نگرانی اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، بچوں کی تربیت میں مختلف افراد اور اسباب کا حصہ ہوتا ہے لیکن اس میں سب سے اہم کردار ماں باپ ادا کرتے ہیں، کیونکہ بچہ اللہ کی امانت ہے جو ماں باپ کے سپرد کیا جاتا ہے اور انسان کی زندگی کے ابتدائی دور میں اس کے ماں باپ کا حق اور اختیار اس پر سب سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں اس کے وجود میں آنے کے سبب وہی ہیں، اس لیے بچے کی تربیت کی ذمہ داری بھی اصلا اس کے والدین ہی کو ادا کرنی ہوتی ہے، اس کے ساتھ ہی انسان کی شخصیت اور ذہنیت پر سب سے گہرا اثر اس کے ماں باپ ہی کا ہوتا ہے، یہ اثر اتنا شدید ہوتا ہے کہ فطرت پر پیدا ہونے والے بچّے کو اس کے ماں باپ اپنی تعلیم اور تربیت سے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔

بچپن کمہار کی چاک ہے اور بچہ اس چاک پر رکھی گیلی مٹی کی طرح ہوتا ہے، ماں باپ کا ہاتھ اس گیلی مٹی کو جیسا رخ دیتا ہے بچے کی شخصیت اسی سانچے میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔

بچّے کی تربیت میں ماں کا کردار اس اعتبار سے کافی اہم ہے کہ اس کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے، باپ کا بیشتر وقت معاشی مصروفیات کی وجہ گھر سے باہر گذرتا ہے ایسے میں بچوں کو سب سے زیادہ قربت ماں ہی کی نصیب ہوتی ہے، ماں کے احترام اور حقوق کی ادائیگی کی شریعت میں شدید تاکید کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ماں

کی تربیت کا اثر انسان کی شخصیت پر بہت گہرا ہوتا ہے۔
لیکن بچوں کی تربیت میں باپ کا کردار بھی بہت اہم ہوتا ہے ، کیونکہ وہ گھر کا مرکز ہے، شریعت نے اس کو اہل خانہ پر قوام اور نگراں بنایا ہے، گھر پر اس کی مرضی نافذ ہوتی ہے اور اس کا حکم چلتا ہے، گھر کا ماحول مرد کے مزاج کے موافق ہوتا ہے، فکر اور منہج میں گھر والے اس کے تابع ہوتے ہیں ، اس کا اثر اہل خانہ پر سب سے زیادہ ہوتا ہے، اسی کے طے کردہ اصول اور قوانین گھر کے ہر فرد پر لاگو ہوتے ہیں ، اس لیے گھر والوں کی دنیاوی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس کی توجہ ان کی دینی اور اخلاقی تربیت پر برابر ہونی چاہیے۔

اولاد کی تربیت کیوں کریں؟

1) بچے اللہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داری ہیں۔

اولاد ماں باپ کو اللہ کی طرف سے سپرد کیا گیا ایک مشن ہوتے ہیں، ایک طرف ان کی جسمانی نشونما والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے تو دوسری طرف ان کی تربیت اور کردار سازی بچے کا حق ہے، اولاد کو اللہ نے قرآن مجید میں ''فتنہ'' قرار دیا ہے، یعنی دنیا میں اللہ انسان کو جن ذریعوں سے آزماتا ہے ان میں سے ایک ''اولاد'' بھی ہے، ان کی صحیح تعلیم اور تربیت انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی کا باعث ہے تو ان کی تربیت میں ہونے والی کوتاہی انسان کو جہنم تک لے جاسکتی ہے، اس لیے حدیث میں والدین کو (راعی) چرواہا قرار دیا گیا ہے جن کے ذمہ اللہ نے اولاد کی پرورش اور تربیت کا کام سپرد کیا ہے اور قیامت کے دن اللہ بندوں سے ان کے حقوق کے متعلق سوال کرے گا۔ اس طرح بچوں کی پرورش اور تربیت کے حقوق بھی اصلا اللہ ہی کا حق ہے اور اس میں کوتاہی اللہ کے حق میں کوتاہی ہے۔
یہ بچے اللہ کی طرف سے دیا گیا Task ہیں جن کی تکمیل بندے کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے لازم ہے، یہ بچے اللہ کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے، اور قیامت کے دن اللہ بندوں سے اپنی دی گئی نعمتوں کے بارے میں سوال کرنے والا ہے، اس لیے ماں باپ کے لیے ضروی ہے کہ وہ بچے کی تربیت کی اہمیت اور اس کے طریقہ کار کو سمجھیں۔

2) بچوں سے محبت کا تقاضہ

بچوں کی محبت دنیا کی خالص ترین محبت ہے، یہ دنیا کی واحد محبت ہے جس میں خودغرضی اور بدلے میں مفادات کے حصول کا عنصر نہیں پایا جاتا یا انتہائی کم پایا جاتا ہے ، ماں باپ کی محبت بالخصوص ماں کی محبت دنیا کی سب سے مثالی محبت ہے، اس محبت کا کوئی بدل نہیں، اس خلوص کی دوسری کوئی مثال نہیں، اللہ نے جہاں بندوں سے اپنی محبت کی مثال بیان کرنی چاہی وہاں ماں کی محبت کو مثال کے طور پر پیش کیا، قرآن میں جہاں قیامت کی ہولنا کیوں کا بیان کیا گیا وہاں قیامت کی شدت کا سب سے خطرناک پہلو یہ بیان کی گیا کہ اس دن دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہوجائے گی، بچوں کی محبت فطرت کا حصہ ہے، اولاد کے لیے یہ محبت اللہ نے دنیا کے ہر انسان بلکہ ہر جاندار میں رکھی ہے، دنیا کا خونخوار سے خونخوار جانور کا دل بھی اپنے بچوں لیے رحمت اور شفقت کے جذبات سے پر ہوتا ہے، مرغی جیسا معصوم پرندہ بھی اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے سانپ سے لڑ جاتا ہے۔
یہ محبت اللہ نے انبیاء کے دلوں میں بھی رکھی ، اسلئے جن انبیاء نے اللہ سے اولاد کی نعمت کیلئے دعا کی ، حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ڈوبنے لگا تو دل دکھ سے تڑپ اٹھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی محبت کا امتحان کا مقابلہ بیٹے کی محبت سے کرایا گیا، نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی جانکنی کے موقع پر رسالت مآب فداہ ابی وامی کی مبارک آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔
یہ محبت اور لگاؤ ہی ماں باپ کو بچوں کے لیے فکر مند بناتی ہے، یہ فکر مندی بہت اچھی بات ہے لیکن ضروری ہے کہ اس فکر مندی کا رخ صحیح کیا جائے ، بچے کی محبت کا تقاضہ اگر دنیا میں اس کے مستقبل کے لیے آپ کو فکر مند بناتا ہے تو اس کی آخرت کے لیے آپ کو اور زیادہ فکر مند ہونا چاہیے جو اس کا اصل مستقبل ہے اور جہاں کی کامیابی اصل کامیابی اور ناکامی حقیقی ناکامی ہے۔

یہ بچے کے ساتھ ظلم ہے کہ دنیا میں مصائب ومشکلات کی آنچ اس تک نہ پہنچے اس کیلئے آپ صبح وشام کی تگ ودو اس کے نام کردیں لیکن آخرت میں اس کو اللہ کے شدید عذاب سے بچانے کیلئے کوئی انتظام نہ کریں، دنیا میں رہائش کی خاطر ایک چھت فراہم کرنے کیلئے زندگی کی جمع پونجی لگا دیں لیکن قبر میں اللہ کے عذاب سے بچانے کا کوئی سامان نہ کریں، دنیا میں اس کی بھوک اور پیاس سے تو آپ کا دل تڑپ اٹھے لیکن اس بات کی آپ کو سرے سے کوئی فکر ہی نہ ہو کہ قیامت کے دن جب انسان گرمی کی شدت سے پسینے میں ڈوبا جارہا ہوگا اس وقت اللہ کے عرش کا سایہ اور حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں سے جام کوثر اس کو نصیب ہوسکے گا یا نہیں۔ آپ کو یہ بات تو پریشان کرتی ہو کہ مستقبل میں وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوسکے گا یا نہیں لیکن اس بات سے بالکل ہی لاپرواہ رہیں کہ قیامت کے دن پل صراط بھی پار کرسکے گا یا نہیں۔

اپنے بچوں کا حقیقی خیرخواہ وہ باپ ہے جو اپنے بچوں کی دینی تربیت کے ذریعہ ان کو جہنم کی آگ سے بچالے، بچوں کے حقوق میں سب سے پہلا حق یہی ہے۔ اللہ نے اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن میں فرمایا:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ)(التحریم:6)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **علموا أنفسكم وأهليكم الخير وأدبوهم** ''جہنم کی آگ سے بچاؤ اس طرح کی خود کو اور اپنے اہل خانہ کو خیر کی تعلیم دو اور ادب سکھاؤ''۔ (تفسیر فتح القدیر)

3) بچے آپ کی آخرت کا سرمایہ ہیں؟

بچے ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارا ہیں اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ بچے والدین کی آخرت کا بہت بڑا سرمایہ بھی ہیں، اولاد کی صحیح تربیت اللہ سے تقرب کا بڑا ذریعہ ہے، ماں باپ بچے کو نیکی کا راستہ دکھاتے ہیں، بچے جب تک خیر کے اس راستے پر چلتے رہتے ہیں ان کے ہر ہر قدم کی نیکی والدین کے نامہ اعمال میں بھی درج کی جاتی ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث کے مطابق خیر کی رہنمائی کرنے والے کو بھی عمل کرنے والے کے برابر اجر دیا جاتا ہے، بچے اللہ کی طرف سے والدین کیلئے آزمائش ہیں تو ان کی صحیح تربیت کرنے والے اس آزمائش میں کامیاب ہوجانے والے ہیں اور اللہ کے یہاں کامیابی کا اجر بہت بڑا ہے، بچے کے منہ میں ایک لقمہ ڈالنا بھی کار ثواب ہے تو بچے کی صحیح تربیت کرکے اس کو جہنم کی آگ سے بچالینے کا اجر اللہ کے یہاں کتنا بڑا ہوگا۔

بچے آخرت کا ایسا ذخیرہ ہیں جو انسان کی موت کے بعد بھی اس کو فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں، نیک بچے کی دعا آخرت میں بندے کی بلندی درجات کا سبب بنے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"إنَّ الرجل لتُرفع درجتُه في الجنَّة فيقول : أنَّى هذا فيقال : باستغفار ولدك لك"۔ ''ایک آدمی کے درجات جنت میں بلند کیے جائیں گے، وہ پوچھے گا کہ یہ مقام مجھے کیسا ملا تو جواب دیا جائے کہ ترے بچے کے ترے لیے استغفار کی وجہ سے''۔ (ابن ماجہ (3660) صحیح الجامع (1617)

4) دیندار یعنی فرمانبردار اور اطاعت شعار اولاد

بچوں کی دینی تربیت آپ کی آخرت ہی نہیں آپ کی دنیا کی بھی ضرورت ہے، ایمان جب کسی بندے کے دل میں گھر کرتا ہے تو اس کے کردار کے گوشے گوشے کو منوّر کردیتا ہے، دینداری ایک بندے کا اللہ ہی سے تعلق استوار نہیں کرتی بلکہ اس کو دنیا میں اپنے متعلقین کے حقوق کی ادائیگی کے لیے بھی فکرمند بناتی ہے، اللہ کے بندوں کے حقوق بھی اصل میں اللہ ہی کا حق ہے اور بندوں کے حقوق ادا کیے بغیر اللہ کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا، اللہ کی

بندگی بندے کے دل میں اللہ کے بندوں کے لیے رحم اور شفقت پیدا کرتی ہے، ایمان سچا ہو تو بندہ انسانوں ہی نہیں جانوروں کے حقوق کا بھی خیال رکھنے والا بن جاتا ہے، اللہ کا خوف جب بندے کے دل میں گھر کرتا ہے تو بندہ اللہ کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق میں کوتاہی سے بھی اللہ سے ڈرنے لگتا ہے۔ تقویٰ جب دل میں صحیح جگہ پر پہنچتا ہے تو مومن بندوں کی خدمت میں اللہ کی رضا تلاش کرتا ہے۔

شریعت نے والدین کا مقام ومرتبہ بہت بلند رکھا ہے، قرآن میں اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کی اطاعت اور خدمت کی تاکید کی گئی ہے، والدین کے ان حقوق اور مرتبے کو دین دار اولاد جتنا سمجھ سکتی ہے بے دین اولاد نہیں سمجھ سکتی۔

اپنے بچوں کی تربیت دین پر کریں تاکہ وہ آپ کا مقام سمجھ سکیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے، ان کو اللہ سے ڈرنے والا بنائیں تاکہ وہ آپ کے ساتھ بدسلوکی اور آپ کی نافرمانی کے معاملہ میں اللہ سے ڈریں، ان اللہ سے محبت کرنے والا بنائیں تاکہ دنیا میں آپ کی اطاعت اور خدمت کو وہ اللہ سے تقرب کا ذریعہ سمجھیں۔

یہ بچے آپ کی کھیتی ہیں، ان کے اندر دین کا جذبہ، اللہ سے تعلق اور وابستگی کا پودا لگائیں گے تو فرمانبرداری کے برگ وبار ان سے نکلیں گے، یہ اللہ کا حق جانیں گے تو آپ کا حق بھی سمجھیں گے اگر ان کو اپنے رب سے وفاداری نہیں سکھائیں گے تو یہ آپ کے ساتھ بھی وفاداری نہیں کرنے والے۔

دینی تربیت کے بغیر دنیا کی تعلیم انسان کو مفاد پرست اور خود غرض بنا دیتی ہے، اولاد کی اس مفاد پرستی اور خود غرضی کے کتنے مظاہر آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، معاشرے کے جسم پر گھناؤنے گھاؤ کی طرح پھیل رہے اولڈ ایج ہاؤس ہماری ناقص تربیت ہی کا شاخسانہ ہیں، آپ چاہتے ہیں کہ اولاد آپ کی فرمانبردار بنے تو اس کو اللہ کا فرمانبردار بنائیں!

(جاری)

❖ ❖ ❖

(بقیہ صفحہ ۳۲ کا)

جب اس انداز میں بندہ آیات واذکار کو سمجھتے ہوئے نماز پڑھے گا تو ان شاء اللہ اس کی نماز میں خشوع وخضوع کا اضافہ ہوگا مگر افسوس کہ نمازی نماز پڑھتا ہے لیکن اسے پتہ نہیں ہوتا کہ نماز میں اس نے اپنے رب سے کیا عہد و پیمان کیے ہیں، کن باتوں کا اقرار کیا ہے اور اپنے رب سے کیا کیا مانگا ہے۔

5- ہر آیت پر ٹھہرنا :

نمازی کو چاہیے کہ نماز میں جب قرأت کرے تو ایک ایک آیت کو الگ الگ کرکے پڑھے، اس سے آیات کو سمجھنا بھی آسان ہوگا اور آیات میں غور وفکر کرنے میں بھی مدد ملے گی جس سے یقینی طور پر خشوع وخضوع میں اضافہ ہوگا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک آیت پڑھتے، ہلکا سا ٹھہرتے تب دوسری آیت پڑھتے، جیسا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ: " بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ "، "الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ "، " الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ"، "مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ" کی قرأت میں ایک ایک آیت کو الگ الگ کرکے پڑھتے تھے۔ (ابوداود، حدیث نمبر:4001)

خشوع وخضوع کے تعلق سے ایک وضاحت :

نماز میں خشوع وخضوع کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ نماز بہت تکلف کے ساتھ پڑھیں، دیکھنے سے پتہ چل رہا ہو کہ جیسے زبردستی اپنے جسم کو ایک خاص کیفیت میں ڈھالنا چاہتے ہیں، نیت باندھ کر سینے کو دبا رکھا ہے، پیروں کو دیکھتے ہوئے جھکے جا رہے ہیں۔

نا!

بلکہ خشوع وخضوع کا مطلب یہ ہے کہ آپ سنت کی پابندی کرتے ہوئے حضور قلب کے ساتھ پورے اطمنان وخلوص کے ساتھ نماز پڑھیں، نارمل ہیئت ہو، بناوٹی نہیں۔ وباللہ التوفیق۔

[۴]

خصوصی مضمون

اسلام کی کچھ اہم خصوصیات

ایمانداری، امن پسندی، صلح جوئی اور رواداری

محمد مقیم فیضی

اورنگ زیب کی بے تعصبی سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرساد کی تحریر میں

ہندوستان کے پہلے صدر جمہوریہ راجندر پرساد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: (راجندر پرشاد، ''انڈیا ڈوائڈیڈ'' دہلی ۱۹۸۶ء ص ۶-۳۵)

''منشی سبحان رائے جو اورنگ زیب کے زمانہ کا تاریخ نگار تھا اپنی کتاب ''خلاصۃ التواریخ'' میں لکھتا ہے: ''دیپالوال نامی گاؤں جو کالانور کے پاس واقع ہے وہاں شاہ شمس الدین دریائی کا مزار ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو ان سے بڑی عقیدت ہے۔ ان کے زمانہ حیات سے ہی دیپالی نام کے ایک ہندو کو ان سے اس درجہ عقیدت تھی کہ ان کی وفات کے بعد ہندو اور مسلمان سب نے مل کر اسی ہندو کو ان کے مزار کا متولی بنا دیا۔ چند سال بعد کچھ مسلمانوں نے مذہب کی آڑ لے کر ہنگامہ کھڑا کر کے اس ہندو کو نظامت کے عہدے سے ہٹانا چاہا، لیکن اورنگ زیب کی حکومت نے اس ہنگامہ کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور آج جب کہ یہ کتاب (خلاصۃ التواریخ) لکھی جا رہی ہے اورنگ زیب کے زمانہ حکومت کا تیسرا سال ہے اور مزار کی نظامت پہلے کی طرح ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہے۔''

● موجودہ بنارس ضلع میں واقع بستی گاؤں کے ساکن جگ جیون کے لڑکے گردھر، مہیش پور پرگنہ حویلی کے یدوناتھ مصر اور پنڈت بل بھدر مصر کو اورنگ زیب نے جاگیریں دیں۔ یہ سب کے سب مندر کے پجاری تھے۔ (ایضاص ۳۷)

● ملتان کے مندر تتلامئی کے لئے کلیان داس، مصر کو سو روپیہ مندر کے خرچ چلانے کے لئے مقرر کئے۔ یہ مندر ابھی تک موجود ہے۔ (ایضا)

● عہد شہزادگی میں اورنگ زیب نے متعدد مرتبہ اپنے باپ شاہجہاں سے کئی عہدوں پر ہندوؤں کا تقرر کرنے کی سفارش کی، اس کی تصدیق اس کے خطوط سے ہوسکتی ہے جو واقعات عالم گیری میں شامل ہیں۔ انہیں خطوط میں بطور مثال ایک یہ بات اسی ذیل میں ملتی ہے کہ ایلچی پور کے دیوان کا عہدہ خالی ہوا تو اورنگ زیب نے ایک راجپوت عہدیدار رام کرن کی سفارش کی۔

● عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے ڈرا دھمکا کر ہندوؤں کو مسلمان بنایا لیکن ہم یہاں ایک ایسی حیرت ناک بات کا بیان کرتے ہیں جس سے اورنگ زیب کے انداز فکر اور ذہنیت کا بخوبی علم ہو جائے گا۔ (ایضا) شاہجہاں نے بندھیرا کے راجہ اندرامن کو تعمیل حکم نہ کرنے پر قید کر لیا۔ جب اورنگ زیب اس علاقہ یعنی دکن کا صوبہ دار ہوا تو اس نے اندرامن کی رہائی کے لئے شاہجہاں سے التماس کیا۔ شاہجہاں نے اورنگ زیب کو لکھ بھیجا کہ اندرامن نے پے بہ پے تکلیف پہنچائی ہے، وہ صرف اس

شرط پر رہا ہوسکتا ہے کہ اسلام قبول کرلے۔ اورنگ زیب نے اس بات کی سختی سے مخالفت کرتے لکھا کہ اس شرط کی تعمیل نہیں کی جاسکتی، ایسا کرنا ناجائز اور تنگ نظری کا کام ہوگا۔ راجہ کی رہائی اسی کے شرائط کے مطابق ہونی چاہئے۔ اورنگ زیب کا یہ خط آداب عالمگیری (خدا بخش لائبریری کا قلمی نسخہ) میں موجود ہے۔

سیکولر ذہنوں پر انگریزوں کی مفاد پرستانہ تاریخ سازی کے زہریلے اثرات

انگریزوں نے ہندوستان میں کامیاب حکومت کرنے کے لئے فرقہ واریت کو اپنا مخصوص ہتھیار بنایا اور اسے استعمال کرنے کے لئے تاریخ کو وسیلہ بنایا۔ انگریز چلے گئے لیکن ان کی لکھی ہوئی تاریخ کو یہ دھیان دیئے بغیر کہ تاریخ وہ ماضی ہے جس کے دریچے حال میں کھلتے ہیں اور موجودہ زمانہ کے بیشتر معاملات کا اس پر انحصار ہوتا ہے، ہمارے تعلیمی نصاب میں شامل کر دیا گیا۔ آج بھی فرقہ واریت کے مسئلہ (ملاحظہ ہو: عرفان حبیب ''ایتھاس اور سامپردا یکتا'' رویوار وشک انک، کلکتہ 30/ اگست۔5/ستمبر 1987ء ص16۔7) کی اصل بنیاد اور ذرائع کو تاریخ کی کتابوں میں ہی تلاش کرنا ہوگا۔ انگریزوں ہی کی مہربانی ہے کہ ہندوستان میں دوقومی نظریہ وجود میں آیا۔ دوقومی نظریہ کا وجود میں آنا اس صورت میں تو ممکن ہوتا کہ مسلمانوں کی بڑی آبادی اس یقین میں مبتلا ہوجاتی کہ بحیثیت مسلمان انہوں نے صدیوں تک اس ملک پر حکومت کی ہے اور ہندوؤں کے ساتھ ایک شہری کی صورت رہنا بسنا ان کے نزدیک ممکن نہیں ہے۔ اس قسم کے انداز فکر کو مختلف مورخین نے وسطی عہد کا ہندوستان اور ''مسلم نظام حکومت'' پر نکتہ چینی کرکے استحکام بخشا۔

گذشتہ سال ہندوستان کی آزادی کے مجاہدوں کی یاد مناتے ہوئے ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں رانا پرتاپ شیواجی اور گرو گووند سنگھ صرف تین مجاہدین کے سلسلہ میں ہی قصیدہ خوانی کی گئی۔ ان میں سے کوئی بھی صحیح معنی میں ہندوستان کی آزادی کے لئے نہیں لڑا، طاقت میں اپنا حصہ باٹنے کے لئے (جواہر لال نہرو، وشوا ایتھاس کی جھلک ساتویں اشاعت، نئی دہلی 1986ء ص41۔439) یہ آپس میں لڑتے رہے۔

انگریزی عہد کی دین، فرقہ واریت کے خطرہ کو سمجھنا ضروری بھی نہیں سمجھا گیا۔ ابتدائی مرحلہ میں فرقہ واریت پر شائع ہونے والے مواد پر گاندھی ازم یا نہروازم کی چھاپ ہوتی تھی۔ نہرو نے کہا۔ ''فرقہ واریت قومیت کے لبادہ میں خود کو چھپالیتی ہے اور فاشزم کا ہندوستانی آلہ کار ہے۔ بڑھتے ہوئے فرقہ واریت کے (کیول شرما، ''اب چاہیے نئی دھرم نرپیکشتا'' ''رویوار'' صفحہ 18) خطرہ کو محسوس نہیں کیا گیا۔ ہم لوگ نہرو جیسے رہنماؤں کے خیالات سے متاثر تھے جو یہ تسلیم کرتے تھے کہ تقسیم کے بعد مسلم فرقہ پرست پاکستان چلے گئے اور ہندوستان میں مسلم فرقہ واریت اتنی کمزور ہے کہ وہ سر نہیں اٹھاسکتی۔ نہرو کا خیال تھا کہ ہندوستان میں جس فرقہ واریت کا ہمیں مقابلہ کرنا ہے وہ ہندو اور سکھ فرقہ واریت ہے۔ 1598ء میں اکبر نے متھرا اور اس کے نواح کے مندروں کا ایک سروے کرایا تھا اور ان کے لئے زمین دی تھی ان میں سے کئی مندر (بقول عرفان مطابق محولہ بالا) آج بھی وہاں موجود ہیں۔ ان کی موجودگی یہ ثابت کرتی ہے کہ اورنگ زیب نے انہیں محفوظ رکھا۔ اورنگ زیب کے بارے میں نہرو کے اس خیال کو کہ ''اس نے ہندوؤں کو ستانے اور تنگ کرنے کے طریقے اختیار کئے۔ ہزاروں مندروں کو مسمار (جواہر لال نہرو

ایضاً ص439-4) کرا ڈالا اور مغل سلطنت کا خاتمہ بھی اسی کے باعث ہوا''، ہم کیا کہیں گے؟

تاریخ محض حکمرانوں، مذاہب یا دوسری تحریکوں کی دستاویز نہیں بلکہ انسانی زندگی سے متعلق حالات اور معاملات کے صحیح ریکارڈ کا نام تاریخ ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے کام کا کیا طریقہ تھا، جو کچھ وہ پیدا کرتے آیا اس کا فائدہ بھی انہیں حاصل ہوتا یا نہیں۔ ان کا معیار زندگی کس قسم کا تھا، کس طرح وہ درجوں اور طبقوں میں منقسم تھے، کل آبادی کا نصف حصہ عورتوں پر مشتمل تھا تو کیسی ان کی حالت تھی۔ کس طرح ان تمام لوگوں نے جنگل کو ہموار زمین کی صورت میں تبدیل کیا، گذشتہ کے مقابلہ ارتقاء نظر آتا ہے یا نہیں۔ ماضی کی تہذیبی عظمت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان تمام دستیاب چیزوں کو مثبت طریقہ سے کام میں لینے کی ضرورت ہے۔ نامکمل تاریخ تاریخ نہیں ہوتی، اور اگر ہوتی ہے تو غلط تاریخ سے زیادہ خطرناک۔ آدھا سچ جھوٹ سے زیادہ برا ہوتا ہے!

(اورنگ زیب اور اس کا نظریہ-اوم پرکاش پرشاد ترجمہ: فیضان رشید)

تاریخ نگاروں کا ظلم، تاریک پہلوؤں کی تلاش اور روشن پہلوؤں سے چشم پوشی

ہندوستان کی تاریخ نویسی میں کچھ ایسی غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے ہمیں کئی طرح کے اختلافات اور بے جا جانبداریاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر موریہ سمراٹ اشوک (مزید مطالعہ کے لئے روملا تھاپر ''اشوک تتھا موریہ سامراجیہ کا پتن'' دہلی ۱۹۷۷ء) کے بارے میں صرف اتنا ہی بتایا جائے کہ:

۱۔ اس نے گدی حاصل کرنے کے لئے اپنے سو بھائیوں کو جان سے مار دیا۔

۲۔ جنگ کلنگ میں اس نے ایک لاکھ لوگوں کو قتل کیا۔

۳۔ اس جنگ میں اس نے ڈیڑھ لاکھ لوگوں کو قید کیا۔

۴۔ وہ ایک کٹر مذہبی حکمران تھا کیونکہ اس نے بودھ دھرم کی تبلیغ اور توسیع کے لئے نہ کہ صرف اپنے رشتے داروں کو مقبوضہ علاقوں کے مختلف گوشوں میں بھیجا بلکہ اپنی حکومت کے افسران کو بھی اس کام میں لگا دیا اور مزید یہ کہ سرکاری خزانے کو استعمال کیا۔

۵۔ اس کی مذہبی پالیسی نے برہمنوں کو کافی دکھ پہنچایا۔

تو کوئی بھی سادہ لوح قاری لازمی طور سے اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اشوک ایک برا اور ظالم حکمراں تھا۔ اور ہندوستان کی تاریخ میں کوئی راجہ، شہنشاہ، سلطان یا بادشاہ ایسا نہیں ملتا کہ جس نے اشوک کی طرح اتنے بڑے پیمانہ پر قتل عام کیا ہو، دشمنوں کو قیدی بنایا ہو اور اپنے ذاتی مذہب کے لئے سرکاری خزانے کا استعمال کیا ہو۔

لیکن تاریخ میں اشوک کے بارے میں، متعدد اچھے اور رفاہی کاموں کا تذکرہ تاریخی حوالوں سے کیا گیا ہے جس کی بنیاد پر ایک عظیم شہنشاہ ہمیں اس کو ماننا ہی پڑے گا۔

ہندوستان کی دو مظلوم تاریخی شخصیتیں

لیکن دو عظیم شخصیتوں یعنی محمد بن تغلق اور اورنگ زیب کے بارے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں سلطان اور بادشاہ کے کافی اہم کاموں کو نظر انداز کرتے ہوئے تاریخ کی کتابوں میں انہیں اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ سلطان (محمد بن تغلق) ایک پاگل حکمراں اور بادشاہ (اورنگ زیب) ایک کٹر اور ظالم مسلمان کے روپ میں شناخت کئے جانے لگے۔ جبکہ ان دونوں حکمرانوں

کے عہد میں نہ تو اشوک کی طرح قتل عام ہوا نہ لاتعداد دشمن قیدی بنائے گئے، نا ہی مذہبی تبلیغ کے لئے سرکاری خزانہ، حکومت کی طاقت اور رشتہ داروں کا استعمال کیا گیا، محض اپنے ذاتی مذہب کو توسیع دینے کی خاطر۔!

مذکورہ بالا عناصر کو ذہن میں رکھتے ہوئے عالم مورخوں کے لئے یہ بات بہت اہم ہے کہ وہ جب محمد بن تغلق اور تاریخ اورنگ زیب کے بارے میں لکھیں تو یہ حقیقت مدنظر رہنا چاہیے کہ وہ سمراٹ اشوک کی طرح صرف برے ہی نہ تھے بلکہ انہیں اچھے کاموں کے لئے بھی پہچانا جائے۔ اورنگ زیب دوسرے حکمرانوں کی طرح پہلے ایک بادشاہ تھا، پھر کسی مذہب کو ماننے والا، کامیاب حکمرانی کے لئے اس نے مختلف تجربات کئے جن کے اچھے اور برے اثرات ہندو اور مسلمان دونوں پر پڑے۔

فرقہ وارانہ منافرت کی تاریخ نگاری

مقصد پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو

اورنگ زیب کے خلاف سب سے زیادہ متعصّبانہ رویہ انگریزی عہد کے مورخوں نے اپنایا۔ ایلیٹ اور ڈاوسن (ایلیٹ اینڈ ڈاوسن، ہسٹری آف انڈیا ایز ٹولڈ بائی اٹس اون ہسٹوریننس'' جلد ۸ لندن ۱۸۸۷ء طبع ثانی کتاب محل الہ آباد ۱۹۶۴ء) نامی دو انگریز مورخوں نے اپنی کتابوں میں مسلم سیاحوں کے سفرناموں اور مسلم مورخوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اپنے ترجمے میں ان مورخوں نے خاص طور سے اس بات کا دھیان رکھا کہ وہی باتیں انگریزی میں ترجمہ کی جائیں جن سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان معاشرتی، معاشی، سیاسی اور خاص طور سے مذہبی زاویہ نظر سے اختلاف پیدا ہوں، ان دونوں کے درمیان بھید بھاؤ بڑھتا رہے۔ انگریزوں نے اپنی عقل کے بل پر دنیا کے بیشتر علاقوں پر قبضہ کیا اور ہمیشہ ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر یقین کیا۔ انگریزوں کی اسی پالیسی کا ایلیٹ اور ڈاوسن کی تحریروں پر کافی گہرا اثر پڑا۔ دوسرے مسلم حکمرانوں کی بات اگر یہاں نہ بھی کریں اور صرف اورنگ زیب پر دھیان دیں تو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اسے مغلیہ عہد کا سب سے خراب بادشاہ ثابت کرنے کے لئے انہوں نے صرف اورنگ زیب کے اچھے کاموں کو کوئی مقام نہیں دیا بلکہ اس کی شخصیت میں داغ لگانے کے لئے غلط اور جھوٹی باتوں کو بنیاد بنا کر تاریخ کے ساتھ سخت ناانصافی کی۔

کچھ دیسی مورخین بھی انگریزوں کی روش پر

دوسری کتاب مشہور تاریخ داں جادو سرکار (سر جادو ناتھ سرکار) (سر جادو ناتھ سرکار ''ہسٹری آف اورنگ زیب (پانچ جلدیں) کلکتہ۔ ''ایکڈوٹس آف اورنگ زیب'' کلکتہ ۱۹۴۲ء) کی لکھی ہوئی ہندی اور انگریزی زبانوں میں موجود ہیں۔ ویسے ''سر'' کا خطاب انگریزوں نے زیادہ تر ایسے ہی لوگوں کو دیا جنہوں نے انگریزوں کے خیالات و بہبودی کا خیر مقدم دل کھول کر کیا۔ جادو ناتھ سرکار کی کتاب پڑھنے پر ہمیں بڑی دلچسپ باتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ سرکار صاحب کوئی ایسا قدم اٹھانے سے باز نہیں آتے ہیں محض یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اورنگ زیب مغلیہ عہد کا بدترین بادشاہ تھا۔ جبکہ ہمیں ان ہی کی کتاب میں اورنگ زیب سے متعلق کافی اہم باتیں ایسی بھی دیکھنے کو ملتی ہیں جن پر غور کرنے سے ہم آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ وہ اتنا کٹر، ظالم اور متعصب نہیں تھا کہ جتنا بتایا گیا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے اگر ہم سرکار صاحب کی کتاب میں شائع اورنگ زیب کے ''فرمانوں'' کا مطالعہ کریں تو بات کافی حد تک سمجھ میں آسکتی

ہے۔

آشروادی لال (میڈی ویل اینڈین کلچر۔آگرہ ۱۹۶۴ء)، ایشوری پرشاد (ہسٹری آف میڈی ویل انڈیا، الہ آباد ۱۹۴۸ء)، شری رام شرما (مغل بادشاہوں کی مذہبی پالیسی، نئی دہلی ۱۹۶۷ء)، آر۔سی۔مجمدار (دی ہسٹری اینڈ کلچر آف دی انڈین پیوپل، جلد ۴۔ بھارتیہ ودیا بھون بمبئی ۶۷۔۱۹۴۷) اور وی۔ایس۔اسمتھ (اکبر دی گریٹ مغل، آکسفورڈ، ۱۹۱۹ء) وغیرہ جیسے مورخوں نے بھی وسطی عہد پر کچھ کتابیں لکھی ہیں۔لیکن اورنگ زیب پر لکھتے وقت ان مورخوں نے بھی اپنے ''جانبدارانہ'' رویہ کا اظہار جانے یا انجانے میں کچھ اس انداز سے کیا کہ پڑھنے والے نے اسے ایک کٹر مسلمان اور ظالم بادشاہ ہی سمجھا۔

تاریخ نگاری میں فکرونظر کے اختلافات کا اثر

روشن فکر اور غیر جانبدار مورخین کی حقیقت نگاری

لیکن 1960ء کے آس پاس ہمیں کچھ ایسے غیر جانبدار اور صاف ذہن مورخوں کی لکھی ہوئی تحریریں اور کتابیں ملتی ہیں جن میں اورنگ زیب کے بارے میں کافی غیر جانبدارانہ باتوں کا علم ہوتا ہے۔جن میں عرفان حبیب (ایگریرین سسٹم آف مغل انڈیا: بمبئی ۱۹۶۳ء ''ٹکنالوجی اینڈ اکونامی آف مغل انڈیا'' دیوراج چنانا لیکچرس، دہلی ۱۹۷۰ء ''دی کرنسی سسٹم آف دی مغل ایمپائر (۱۵۶۶۔۱۷۰۷ء میڈی ویل لنڈیا کواٹرلی، IV (نمبر ۱۔۲) علی گڑھ ۱۹۶۰ء)، ایس نورالحسن (''زمیندارس انڈر دی مغلس۔'' لینڈ کنٹرول اینڈ سوشل اسٹرکچران انڈین ہسٹری، ایل۔ای۔فریکنبرگ (ایڈیٹر) لندن ۱۹۶۹ء تھاٹس آن ایگریرین ریلیشس ان مغل انڈیا، نیو دہلی ۱۹۷۳ء)، ہربنس مکھیا (سامپردایکتا اور ایتھاس لیکھن، نئی دہلی)، اطہر علی (''مغل نوبیلٹی انڈر اورنگ زیب''، بمبئی ۱۹۶۶ء ''مغل سامراج کا انت۔'' ''مدھیہ کالین بھارت۔'' عرفان حبیب شمارہ نمبر ۱، دہلی ۱۹۸۱ء)، اور ستیش چندر (''جزیہ اینڈ دی اسٹیٹ ان انڈیا ڈیورنگ دی سیون ٹینتھ (17th) سینچری۔'' جرنل آف دی اکنامک سوشل ہسٹری آف دی اورنیٹ XII لندن ۱۹۶۹ء) وغیرہ کے نام کافی اہم ہیں عرفان حبیب نے اپنی کتاب اور دوسری سلجھی ہوئی تحریروں کے ذریعہ کچھ ایسے نکات اجاگر کئے ہیں جن کی بنیاد پر صاف ذہن لوگوں کی نہ صرف ہمدردیاں اورنگ زیب کے ساتھ ہوئیں، بلکہ جادوناتھ سرکار اور دوسرے مورخین کی تحریروں کی کمزوریاں بھی ابھر کے سامنے آنے لگیں۔(عرفان حبیب، مدھیہ کالین ایتھاس لیکھن اور سامپروایک درشٹی کونٹر، (وسطی عہد کی تاریخ نگاری اور فرقہ وارانہ نظریہ) ''ترجمہ'' اتراردھ (برائے جواب) شمارہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۷ء صفحہ ۴۰ تا ۴۶)

ہربنس مکھیا (رومیلا تھاپر، ہربنس مکھیا اور وپن چندر ''سامپردایکتا اور ایتھاس لیکھن (فرقہ واریت اور تاریخ نگاری) پیوپلس پبلسٹنگ ہاؤس، نئی دہلی) اپنی سلجھی ہوئی بے لاگ تحریر میں بتاتے ہیں کہ آر۔سی مجمدار اورنگ زیب کے ذریعہ توڑے ہوئے مندروں کا تذکرہ تو بڑے زور وشور سے کرتے ہیں لیکن ان حقائق پر چپ سادھ لیتے ہیں کہ اسی بادشاہ نے برہمنوں اور مندروں کو دان دیا جن کی مختصر تفصیل ڈاکٹر کے۔کے دت کے ذریعہ لکھی گئی ''سم فرمانس، سندس اینڈ پرواتاز'' نامی تحریر میں پائی جاتی ہے۔مکھیا صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ حکمرانوں کے ذریعہ توڑے گئے، مندروں کے تذکرہ کو تاریخ میں مقام ضرور دیا جائے لیکن صرف مسلمانوں ہی کے بارے میں نہ لکھا جائے بلکہ ان ہندو حکمرانوں کے بارے میں بھی لکھا جائے جنھوں نے ہندو مندروں کو برباد کیا۔ان کا خیال ہے کہ اہل اور قابل تعریف وہی مؤرخ ہے جو کہ قدیم زنامے کے تذکرات میں ایک منصف مزاج جج کی طرف

راست باز و غیر جانبدار رہے۔

تاریخ کا مطلب صرف راجہ رانی کی کہانی نہیں بلکہ ملک کی ہمہ گیر ترقی ہے

ایک طرف سرجادو ناتھ سرکار اور انگریز مورخین بالخصوص ایلیٹ، ڈاوسن اور وی۔اے۔اسمتھ تاریخ کے معنی راجہ رانی، وزیر، درباری، امراء، ناچنے گانے والیاں اور راج دربار سے متعلق ''تبرکات'' سے لیتے ہیں۔ وہاں عرفان حبیب نے تاریخ کا مطلب تکنیکی ترقی، زراعت، صنعت وحرفت اور تجارت میں تاریخی تبدیلیوں کو خصوصی بنیاد بتایا ہے۔ انہیں بنیادوں کے بل پر عرفان حبیب نے اورنگ زیبی عہد کی خصوصیات کو اگلے اور پچھلے حکمرانوں کے ادوار سے مقابلہ کرتے ہوئے اورنگ زیب کی خوبیوں کو ثبوت کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔

اطہر علی نے ہندوؤں کے سب سے بڑے حمایتی کہلائے جانے والے بادشاہ اکبر اور ہندوؤں کے سب سے بڑے مبینہ دشمن اورنگ زیب کے عہدوں کے عہدیداران حکومت کی تفصیلات کی تحقیق دستیاب شہادتوں کی بناء پر کی ہے اور یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہے ہیں کہ اکبر نے اپنے دوران حکومت میں سب سے زیادہ ہندوؤں کو نہیں نوازا ہے۔ اس نے حکومتی عہدوں پر اتنی تعداد میں ہندوؤں کا تقرر نہیں کیا جتنی تعداد میں اورنگ زیب نے اپنے دور حکومت میں کئے۔

ایک تیسرے رخ کو اجاگر کرنے کا سہرا ستیش چندر کے سر جاتا ہے جنہوں نے جزیہ ٹیکس پر ایک غیر جانبدارانہ و سلجھی ہوئی تحریر شائع کی ہے۔ اپنی کتاب میں سب سے پہلے بہت سلیقہ اور ٹھوس ڈھنگ پر انہوں نے اورنگ زیب کا مطالعہ کیا ہے اور اس کی کمزوریاں اور خوبیاں بہت ہی سلجھے ہوئے اور متوازن انداز میں پیش کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

رومیلا تھاپر (رومیلا تھاپر، مدھیہ کالین بھارت (وسطی عہد کا ہندوستان) نئی دہلی ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۴۸ تا ۱۷۴) نے اپنی کتاب ''مدھیہ کالین بھارت'' میں انتہائی واضح اور ٹھوس الفاظ میں سلطنت مغلیہ کے زوال کا باعث بجائے اورنگ زیب کے اس زمانے کے سماجی واقتصادی حالات اور اورنگ زیب کے جانشینوں کو مانا ہے۔

بپن چندر (وپن چندر۔آدھونک بھارت (آج کا ہندوستان) نئی دہلی ۱۹۷۶ء صفحہ ۱ تا ۱۳) نے اپنی کتاب ''مدھیہ کالین بھارت'' کے پہلے باب میں مغلیہ سلطنت کے زوال کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ دنیا میں کسی عہد کے عروج و زوال کی ذمہ داری ایک فرد پر ڈالنا اسی حالت میں سچ ہوگا جبکہ تاریخ کو ہم راجہ رانی کی کہانی مان لیں۔

بی۔این۔پانڈے نے بھی خدا بخش خطبات میں اس بات پر کافی زور دیا ہے کہ اب اورنگ زیب کے بارے میں ان حقائق کو بھی روشنی میں لانا چاہیے جنہیں اب تک نظرانداز کیا جاتا رہا ہے۔

یہ تمام تفصیلات ڈاکٹر اوم پرکاش پرشاد شعبہ تاریخ، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ کی کتاب اورنگ زیب اور اس کا نظریہ سے لی گئی ہیں جس کا ترجمہ فیضان رشید صاحب نے کیا ہے یہ کتاب مولانا شبلی نعمانی کی کتاب کے ساتھ چھپی ہے جس کے مرتب سردار عظیم اللہ خاں صاحب ہیں (مطبوعہ فکشن ہاوس لاہور)۔ ذیلی سرخیاں ہم نے لگائی ہیں باقی عبارتیں اصل کتاب سے بعینہ نقل کی گئی ہیں۔ (فیضی)

❖ ❖ ❖

جماعتی سرگرمیاں

فضیلۃ الشیخ شیر خان جمیل احمد عمری حفظہ اللہ (مقیم برطانیہ) کی مرکز الدعوۃ کھیڈ میں تشریف آوری اور خطاب

از۔عبدالواحد انور یوسفی الاثری

بڑی خوشی کی بات ہے کہ پچھلے دنوں ''جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں'' کے سابق شیخ الجامعہ اور مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے نائب ناظم فضیلۃ الشیخ شیر خان جمیل احمد عمری حفظہ اللہ ہندوستان میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی پیغام حق کانفرنس میں شرکت کے بعد 'مہسلہ' (کوکن) کی ''ختم نبوت کانفرنس'' میں آئے ہوئے تھے۔اسی مناسبت سے موصوف کو 'کھیڈ' کے مرکز کی زیارت کی بھی دعوت دی گئی۔

12 رجنوری 2018ء کو مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس کے ناظم اعلی کا فون آیا کہ موصوف مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ ''کھیڈ'' تشریف لا رہے ہیں۔ جمعہ کی نماز کے بعد عوام الناس کو موصوف کے آنے اور بعد نماز عشاء مختصر خطاب فرمانے کے سلسلے میں خبردار کیا گیا۔

نماز مغرب سے آدھا گھنٹہ قبل ہی جناب مقصود علاء الدین سین ناظم مرکز، جناب منور پٹھان مرکز کے سرگرم رکن اور مہمان مکرم فضیلۃ الشیخ شیر خان جمیل احمد عمری حفظہ اللہ سہ افراد پر مشتمل یہ قافلہ مرکز پہنچا۔

الحمدللہ حسب اعلان مرکز میں نمازیوں کی اچھی خاصی تعداد تھی، بعد نماز عشاء عبداللہ سنابلی نے شیخ کا مختصر تعارف پیش فرمایا۔

آج کے ہمارے مہمان کا خصوصی تعلق آندھرا پردیش سے ہے جو جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے شیخ الجامعہ بھی رہ چکے ہیں لیکن کئی سالوں سے برطانیہ میں مقیم ہیں اور وہاں کی جمعیت اہل حدیث کے نائب ناظم بھی ہیں اور مؤرخ جماعت فضیلۃ الدکتور بہاؤ الدین حفظہ اللہ کے معاون اور دست وبازو بنے ہوئے ہیں۔ہندوستان سے متعلق دستاویزات کی فراہمی میں آپ سرگرم عمل رہتے ہیں۔اور فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی کو ''تاریخ اہل حدیث'' اور ''تحریک ختم نبوت'' کی اشاعت وطباعت کے لئے متحرک بھی رکھتے ہیں۔ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''یہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالی کی مدد کے بعد اسی کی فکرمندیوں کا نتیجہ ہے جو شب و روز باخبر رہنے کی کوشش کرتا ہے کہ کام کہاں تک پہنچا ہے اور اسے آگے بڑھانے کے لئے کس طرح کی مزید مواد کی ضرورت ہے اور وہ مواد کہاں سے مل سکتا ہے وغیرہ وغیرہ اور پھر یہ معلوم ہوجانے پر بغیر کسی مادی منفعت میرے مطالبات پورے کرنے میں مصروف ہوجاتا ہے، اور یہ سلسلہ برسوں سے جاری رکھے ہوئے ہیں اس کا نام ہے شیر خان جمیل احمد عمری۔(تاریخ اہل حدیث۔جلد ششم)

الحمدللہ ''تاریخ اہل حدیث'' کی سات جلدیں اور ''تحریک ختم نبوت'' کی چالیس جلدیں چھپ کر عوام وخواص سے داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں اور ہمارے مہمان خصوصی ڈاکٹر صاحب کے دست وبازو بنے ہوئے ہیں اللہ تعالی ان کی بے لوث خدمات اور تعاون علی الخیر کو قبول فرمائے۔ایسی عظیم ہستی کی آمد پر ادارہ آپ کا استقبال کرتا ہے اور دعوت خطاب دیتا ہے۔

شیخ موصوف نے خطبۂ مسنونہ اور حمد وثناء کے بعد مرکز کے ذمہ داروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے کاموں کو سراہا اور بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ابتدائی مراحل میں پیش آمدہ مسائل

پر تمام رفقاء کار کی قربانیوں پر اپنی دعاؤں سے نوازا۔اور کوکن کے دور دراز علاقوں میں بھی سلفیت کے برگ وبار کو دیکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور حاضرین کو مبارکباد دی انھیں کتاب وسنت پر قائم رہنے کے لئے حوصلہ افزا کلمات سے نوازا،اور جماعت اہل حدیث کو سراہتے ہوئے دوٹوک لہجے میں کہا :

''جماعت اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں ہے کوئی ٹولہ نہیں ہے بلکہ یہ تو وہی جماعت ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تھی، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تھی، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی''۔

امت اور فرقوں کی جداگانہ حیثیت کو واضح کرتے ہوئے آپ نے شیخ مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کا مشہور قول پیش کرتے ہوئے فرمایا :

''شیخ فرمایا کرتے تھے:امت نبی سے بنتی ہے اور فرقے شخصیتوں سے'' اہل حدیث نہ کسی شخصیت کی طرف بلاتا ہے اور نہ کسی گاؤں اور شہر کی طرف۔ بلکہ وہ صرف اور صرف قرآن وحدیث کی طرف بلاتا ہے''۔

شیخ نے فرقوں سے امت کے نقصان کا المیہ پیش کیا اور اس کا حل کیا ہوسکتا ہے یہ بھی پیش فرمایا۔ کہتے ہیں کہ ''ہمیں چاہیئے کہ ہم دوبارہ قرآن وسنت کی طرف لوٹیں اور قرون ثلاثہ کا ماحول پیدا کریں اس سے ہمارا اتحاد ہوسکتا ہے۔مگر افسوس کہ لوگ شخصیت پرستی پر اڑے ہوئے ہیں۔آج طلاق کے مسئلہ پر سپریم کورٹ کو کچھ بولنے کا موقع نہ ملتا اگر مسلم پرسنل لا اپنی پٹیشن میں یہ داخل کر دیتی کہ ہماری ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اکٹھی تین طلاق کو ایک مانتی ہے۔مگر افسوس!شخصیت پرستی نے ہمیں یہ دن دکھایا اور بظاہر اسلام کی رسوائی کا سامان فراہم کیا، کاش یہ فرقے قرآن وسنت پر متحد ہوکر پھر امت کی شکل میں آجاتے''۔

آپ نے ہندوستانی تناظر میں جماعت اہل حدیث کی شاندار تاریخ پیش کرتے ہوئے اپنے اسلاف کا تذکرہ فرمایا اور ان کی مساعی جمیلہ کو خراج عقیدت پیش کیا کیونکہ انھوں نے بڑے کٹھن اور صبر آزما حالات میں قرآن وسنت کو گلے لگایا تھا جب قرآن وحدیث کو محض معمہ اور چیستاں بنا دیا گیا تھا اور فقہ کے بالمقابل حدیث کو پیش کرنا جرم سمجھا جاتا تھا۔شیخ فرماتے ہیں

''ہندوستان میں ایک وقت ایسا بھی تھا کہ جب کوئی پریس حدیث کی کوئی کتاب چھاپتا تو اس پریس کو ہی جلا دیا جاتا تھا،اسی طرح جب کوئی اپنے ہاتھ سے اسے لکھتا تو اس کے ہاتھ کو کچل دیا جاتا تھا، ہمارے بزرگوں کو حدیث پر عمل کرنے پر مساجد سے نکالا جاتا اور ان کے خلاف مقدمات دائر کردیتے میرے دادا ساہوکار شیر خان احمد حسین مرحوم نے بھی ۱۹۲۵ میں مادر وطن ادھونی شہر کی شاہی جامع مسجد کا مقدمہ لڑکر جیتا تھا۔ ہماری جماعت کے دسیوں بزرگوں نے اس قسم کے سیکڑوں مقدمے لڑے ہیں فجزاھم اللہ خیرا'' ایسے ماحول میں علماء سلف نے حدیث رسول ﷺ کی پاسداری فرمائی،اسے لکھا اور عام کیا اپنی زندگیوں میں اسے داخل کیا۔رفتہ رفتہ ظلم وجور کے بادل چھٹے اور آج قال اللہ کے ساتھ قال الرسول کے حیات افزا پیغامات پوری دنیا میں نشر ہورہے ہیں۔اپنے اسلاف کی قربانیوں کو یاد رکھیئے''۔

دور حاضر میں جماعت اہل حدیث کے خلاف جو بہت سے پروپیگنڈے سر اٹھا رہے ہیں ان میں دہشت گردی کا بھی پروپیگنڈہ ہے اور یہ افواہیں اتنی تیزی سے گردش کر رہی ہیں کہ سنجیدہ لوگ حیران و پریشان ہیں۔شیخ موصوف نے فرمایا:

''ہم وہ جماعت ہیں جس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ہماری دعوت دہشت گردی کے بالکل خلاف ہے'' اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جماعت اہل حدیث کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ جماعت ہمیشہ امن وامان کی داعی رہی ہے۔دلائل کی بنیاد پر اسے زیر کرنا بڑا مشکل کام ہے اس لئے جماعت کے سر مختلف الزامات تھوپ دیئے گئے ہیں مگر الحمد للہ

جماعت اہل حدیث نبض عالم میں امن کا لہو عام کر رہی ہے۔ آخر میں شیخ نے اپنی دعاؤں میں اسلاف کے تئیں اپنی سچی والہانہ محبت کا اظہار کیا اور انھیں جنت الفردوس میں اللہ سے اپنی جوار خاص میں جگہ دینے کی پرسوز درخواست کی۔

خطاب کے بعد موصوف کو مرکز کی وسیع وعریض منظم لائبریری کا مشاہدہ کرایا گیا جسے دیکھ کر وہ کافی خوش ہوئے۔ منظم لائبریری، رسائل وجرائد کی فائلوں، اخبارات کے تراشوں اور دیگر ریکارڈ کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور تمام ذمہ داروں کو جم کر مبارکباد دی۔ نیز موصوف نے ناچیز (مولانا عبدالواحد انور یوسفی) اور برادر محترم مقصود علاؤالدین صاحب اوران کے رفقاء کا اس علاقے میں طرح طرح کی قربانیاں دے کر، تکالیف اٹھا کر قرآن وحدیث کی دعوت کو عام کرنے پر خصوصی شکریہ ادا کیا اور ڈھیر ساری دعائیں بھی دیں۔

موصوف کو مرکز کی مطبوعات کا ایک سیٹ فراہم کیا گیا اور ایک دوسرا سیٹ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے لئے آپ ہی کے حوالے کیا گیا۔ موصوف نے اپنے تاثرات بھی رجسٹر پر قلمبند فرمایا۔ 13 جنوری 2018ء کو صبح ٹھیک آٹھ بجے مہسلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور اپنی خوشگوار یادوں کے نقوش چھوڑ گئے اللہ تعالی انھیں دین ودنیا میں ترقی عطا فرمائے اور انھیں ڈاکٹر بہاؤالدین حفظہ اللہ کا جانشین بنائے تاکہ ہمارے اسلاف کے کارنامے اخلاف کے لئے مشعل راہ بن سکیں۔

(بقیہ صفحہ: ۳ کا)

(وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ) (السجدہ:۱۲) ''کاش کہ آپ دیکھتے جب کہ گناہ گار لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس لوٹا دے ہم نیک اعمال کریں گے ہم یقین کرنے والے ہیں'' (یعنی دنیا میں جس کی تکذیب کرتے اسے دیکھ لیا، جس کا انکار کرتے تھے اسے سن لیا یا تیری وعیدوں کی سچائی کو دیکھ لیا اور پیغمبروں کی تصدیق کو سن لیا لیکن اس وقت کا دیکھنا، سننا ان کے کچھ کام نہیں آئے گا)

یعنی ہم اب آپ کی باتیں سنیں گے اور آپ کے حکم کی اطاعت کریں گے جیسا کہ فرمایا: (أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ) (مریم:۳۸) وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے، یعنی ہم نے دیکھ لیا اور ہمیں یقین ہو گیا کہ تیرا وعدہ سچا ہے تیری ملاقات برحق ہے لہٰذا اے ہمارے رب (أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ) (ابراہیم:۴۴) ہمیں بہت تھوڑے قریب کے وقت تک کی ہی مہلت دے کہ ہم تیری تبلیغ مان لیں اور تیرے پیغمبروں کی تابعداری میں لگ جائیں، کیا تم اس سے پہلے بھی قسمیں نہیں کھا رہے تھے کہ تمہارے لئے دنیا سے ٹلنا ہی نہیں۔

اچھا یہ نعمتیں جو ہمیں ملی ہیں اس کے استعمال کا طریقہ بھی حضرت محمد رسول اللہ کے ذریعہ ہمیں بتلا دیا گیا ہے اگر بتلائے ہوئے طریقوں کے خلاف ہم نے ان نعمتوں کا استعمال کیا تو یاد رکھیں اللہ کا ارشاد ہے: (ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ) (التکاثر:۸) پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا یعنی یہ سوال ان نعمتوں کے بارے میں ہوگا جو اللہ نے دنیا میں عطا کی ہوں گی جیسے آنکھ، کان، دل ودماغ، امن وصحت، مال ودولت اور اولاد وغیرہ۔

اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی عطا کردہ نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی ناقدری سے بچائے۔ آمین یارب العالمین۔

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت وجماعت

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

رپورٹ پیغام حق کانفرنس

۷ رجنوری کو صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا سالانہ پروگرام "پیغام حق کانفرنس" جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ کے اشتراک سے جھولا میدان میں انعقاد پذیر ہوئی۔

کانفرنس میں جماعت کے داعی ومربی شیخ ابوزید ضمیر نے عقیدہ تقدیر کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا" یہ عقیدہ مسلمانوں کے لیے عظیم نعمت ہے جس سے سکون وطمانیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ تقدیر کا عقیدہ سکھاتا ہے کہ انسان کی ساری کوششوں کے باوجود وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔"

اس کے بعد شیخ مصطفیٰ اجمل مدنی استاذ جامعہ اسلامیہ ممبرا نے علامہ داؤد راز کی منقبت میں اپنا کلام پیش فرمایا، اس کے بعد صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے نائب امیر شیخ محمد مقیم فیضی نے خطبہ استقبالیہ پیش فرمایا" جس میں آپ نے فرمایا کہ اللہ کا فضل ہے کہ ممبئی میں دوسو سے زائد اہل حدیث مساجد ہیں، دعوت وتبلیغ کا کام چل رہا ہے لیکن جماعت کو ابھی مزید منصوبہ بندیوں اور یقین واعتماد کے ساتھ آگے بڑھنے کی ضرورت ہے" آپ نے نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فارغین مدارس اور علماء کرام کو اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ مزید عمدہ کردار ادا کرنے پر زور دیا۔

استقبالیہ کے بعد صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ اور اسٹیج پر موجود ملک وبیرون ملک سے تشریف لائے ہوئے علماء کے ہاتھوں" علامہ داؤد راز رحمہ اللہ: حیات وخدمات" نامی کتاب کا اجراء عمل میں آیا جو جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ کے سابق امام اور جماعت اہل حدیث کی بزرگ عظیم علمی شخصیت شارح بخاری علامہ داؤد راز رحمہ اللہ کی سیرت پر لکھے گئے مقالات کا مجموعہ ہے۔

اجراء کے بعد شیخ محمد رحمانی مدنی نے" اصلاح عقیدہ ورسوم میں تحریک اہل حدیث کا کردار" کے موضوع پر خطاب کیا، جس میں آپ نے فرمایا کہ" اہل حدیث کا دستور قرآن وسنت ہے۔ جماعت اہل حدیث وہی جماعت ہے جس کے اولین سپہ سالار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ہیں، صحابہ کرام کے زمانے سے اب تک ہر طرح کی بے راہ روی وبدعت اور رسم ورواج کے خلاف سب سے موثر رول اسی جماعت کا ہے" آپ نے تاریخ کے حوالوں سے یہ دعویٰ ثابت کیا۔

اس کے بعد برطانیہ سے تشریف لائے کانفرنس کے مہمان خصوصی فضیلۃ الشیخ شیر خان جمیل عمری نے اپنے تاثراتی خطاب میں فرمایا" اہل حدیث پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ تخریبی تنظیموں سے تعلق رکھتے ہیں، یہ سب سے بڑا جھوٹ اور بے بنیاد الزام ہے، اہل حدیث ایک غیر مضر جماعت ہے۔" اپنی گفتگو میں مولانا شیر خان نے مساجد کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ" یہ مسجدیں پولیس کے تھانوں سے زیادہ معاشرے اور سماج کی اصلاح کے لیے کام کرتی ہیں، نشے، ڈرگس اور زنا تک ہر

سماجی برائی کی اصلاح کا کام ان مسجدوں سے ہوتا ہے،حکومت کے ذمہ داران کو ان کی قدر کرنی چاہیے، اور مساجد کے ذمہ داران کو بھی حکومت اور انتظامیہ کے ساتھ مل کر سماج میں پھیلی برائیوں کو ختم کرنے کی مہم چلانی چاہیے ۔" شیخ نے اپنے خطاب میں یہ بھی فرمایا کہ" دینی جماعتوں کو ٹی وی چینل پر ترجمانی کرنے کے لیے افراد تیار کرنے کی ضرورت ہے تا کہ وہ صحیح ڈھنگ سے شریعت کو پیش کر سکیں"

آپ کے بعد شیخ عبدالحسیب مدنی حفظہ اللہ نے" گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانے میں خواتین کا حصّہ" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ" انسانی زندگی میں سکون کی بہت اہمیت ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دن کو کام اور رات کو آرام کے لیے بنایا ہے، انسانی زندگی میں بالخصوص گھریلو زندگی میں سکون ایک انسان کی ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر اس کے دین کے تقاضوں کی تکمیل ہو سکتی ہے نا دنیا کے تقاضوں کی"

اس کے بعد شیخ یاسر الجابری نے" نوجوانان ملت اسلامیہ سے وقت کی پکار" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا" نوجوان قوم کی قوت اور مستقبل ہوتے ہیں، نوجوانوں کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اپنے عقیدے کو درست رکھیں" آپ نے نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ" تحصیل علم کا اصل مصدر معتبر علماء ہیں، سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے بجائے مستند علماء سے رابطے میں رہیں" نیز آپ نے منہج اور اخلاق کی اصلاح پر زور دیا۔

آخر میں شیخ ظفر الحسن مدنی نے" تقاضہ وقت، استقامت دین اور پیغام حق " کے موضوع پر خطاب کیا۔ آپ نے استقامت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ" استقامت کی تین قسمیں ہیں، عمل پر استقامت، دعوت پر استقامت اور منہج پر استقامت" آپ نے اسلاف امت کی استقامت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا" یہ ہمارے اسلاف کی استقامت ہی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں قرآن وسنت کی روشنی پھیلی ہوئی ہے، دعوت کی راہ میں کتنی ہی تکلیفیں آئیں داعی کو استقامت کی راہ سے ہٹنا نہیں چاہیے"

آخر میں اجلاس کے کنوینز شیخ عبدالجلیل مکی انصاری نے کانفرنس میں پاس کی گئی قرار دیں اور تجاویز پیش کیں جس کی اسٹیج پر موجود علماء اور اجلاس میں شریک حاضرین نے پرزور تائید کی نیز شیخ عبدالسلام سلفی کا صدارتی خطاب کتابچے کی شکل میں تقسیم کیا گیا۔

اجلاس میں مولانا عبدالحکیم مدنی اور مولانا عاطف سنابلی نے نظامت کی ذمہ داری نبھائی۔ اجلاس میں شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ مالیگاؤں ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب مدنی۔ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب فیضی (مالیگاؤں) مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی (دہلی)، مولانا عبدالمنان سلفی (نیپال) مولانا مطیع اللہ سلفی (یوسف پور، سدھارتھ نگر، یوپی) ، مولانا عبدالواحد انور یوسفی (کھیڑ، رتنا گیری) سمیت جماعت کے کئی بزرگ علماء نے شرکت فرمائی۔ ممبئی اور اطراف کی مساجد کے ائمہ اور مدرسین کی ایک بڑی تعداد بھی اجلاس میں حاضر ہوئی۔

آخر میں مولانا عبدالسلام صاحب سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے صدارتی خطاب کیا اور کنوینز کانفرنس کے کلمات تشکر پر اس کا اختتام ہوا۔

جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ میں سیمینار

۷رجنوری کو صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی ''پیغام حق کانفرنس'' کی مناسبت سے صبح ۱۰ر بجے سے جامع مسجد اہل حدیث

مومن پورہ (بائیکلہ) کے زیرِ اہتمام ''علامہ داود راز۔ رحمہ اللہ کی حیات وخدمات'' پر ایک تاریخی سیمینار منعقد ہوا، جس کی صدارت دکتور فضل الرحمن محمدی مدنی نے اور نظامت شیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی۔حفظہما اللہ۔نے کی جس میں ممبئ وبیرونِ ممبئ کے علماء کرام نے شرکت کی۔ یہ سیمینار ظہر کی اذان سے قبل اختتام پذیر ہوا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے ذمہ داران ودعاۃ کی دعوتی سرگرمیاں :

شیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ) کی صدارت میں 7/جنوری کو جھولا میدان میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے زیرِ اہتمام سالانہ کانفرنس بنام" پیغام حق کانفرنس" منعقد ہوئی، 14/جنوری کو مہسلا کی سالانہ کانفرنس شیخ محترم کی صدارت میں منعقد ہوئی، 21/جنوری کو تلولی میں ایک ہوٹل میں غیر مسلموں کے لیے ایک پروگرام آپ کی صدارت میں ہوا جس کا موضوع تھا" قرآن کا پیغام انسانیت کے نام"، اسی دن شام کو تلولی کے کھلے میدان میں ایک اجتماع آپ کی صدارت میں ہوا، تلولی کے یہ دونوں ہی پروگرام جمعیت اہل حدیث تلولی کے زیرِ اہتمام منعقد ہوئے تھے۔

شیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث) نے 7/جنوری کو جھولا میدان میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی سالانہ کانفرنس میں استقبالیہ پیش کیا، 12/جنوری کو نالاسوپارہ کے ایک پروگرام میں آپ کا خطاب ہوا، 21/جنوری کو جامع مسجد اہل حدیث خیرانی روڈ میں" پیام حرا کانفرنس" آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں آپ کا عنوان تھا" ہندستان میں جماعت اہل حدیث کی اصلاحی کاوشیں"، 26/جنوری کو سنتوش بھون نالاسوپارہ کی مسجد اہل حدیث میں بعد نماز مغرب خطاب ہوا جس کا عنوان تھا ''نوجوانوں کی ذمہ داریاں'' 27/جنوری کو شری سدھی ہال، کھارگھر میں" محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسلم غیر مسلموں کے ساتھ" کے عنوان پر آپ کا خطاب ہوا۔

شیخ کمال الدین سنابلی حفظہ اللہ کا 6/جنوری کو مسجد عمر فاروق نارائن نگر (گھاٹ کوپر ویسٹ) میں خطاب ہوا، 8/جنوری کو ملکاپور میں ایک ہوٹل میں 10-15 مخلص نوجوانوں میں (جو ابھی جلدی ہی مسلک قرآن وسنت سے جڑے ہیں) بعد ظہرانہ ایک مختصر درس دیا، 8/جنوری ہی کو مسجد اہل حدیث بُلڈانہ (مہاراشٹرا) میں بعد نماز عشاء آپ نے تقریر کی، 9/جنوری کو مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ، کرلا میں" سورہ بقرہ کی چند مخصوص آیات" کی آپ نے تفسیر بیان کی، 26/جنوری کو آپ نے مسجد اہل حدیث ناگپور (تُلسی باغ) میں خطبہ جمعہ کے فرائض انجام دیے اور اسی دن شام کو احباب کالونی میں ایک پروگرام میں" اتباع سنت موجودہ مسائل کا حل" کے موضوع پر خطاب کیا اور 27/جنوری کو مسجد عمر وکھرولی میں آپ نے تقریر کی۔

شیخ سرفراز فیضی حفظہ اللہ کا 20/جنوری کو چیمبور میں " نکاح اور ہمارے معاشرے کے غیر شرعی رویے" کا عنوان پر خطاب ہوا، 26/جنوری کو مسجد اہل حدیث کاشی میرا (میرا روڈ) میں" بچوں کی نفسیات اور تربیت کے تقاضے" کے موضوع پر تقریر کی، نیز موصوف کا سوپارہ گاؤں (نالاسوپارہ ویسٹ) کے مدرسہ اتحاد میں 8 ہفتوں پر مشتمل" منہج کورس" بھی جاری ہے جو ہر اتوار صبح ساڑھے دس بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک ہوتا ہے۔

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
February 2018

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com